نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ

صفر ۱۴۳۱ھ فروری ۲۰۱۰ء

مدیر:

- بے سند اقوال سے استدلال غلط ہے

- التحقیق القوی فی عدم سماع الحسن البصری من علی رضی اللہ عنہ
- الیاس گھمن کے پانچ اعتراضات اور اُن کے جوابات
- ترکِ رفع یدین کی حدیث اور محدثین کرام کی جرح
- امام عبدالعزیز بن محمد الدراوردی المدنی رحمہ اللہ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحسَنَ الحَدِیثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 7	صفر ۱۴۳۱ھ فروری ۲۰۱۰ء	شمارہ: 2

قیمت

فی شمارہ : 20 روپے

سالانہ : 200 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

300 روپے

اس شمارے میں

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقامِ اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0302-5756937

کلمۃ الحدیث حافظ زبیر علی زئی

بے سند اقوال سے استدلال غلط ہے

امام عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) نے فرمایا:

'' **الإسناد من الدین، ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء .** ''

اسناد (سندیں) دین میں سے ہیں، اور اگر سندیں نہ ہوتیں تو جو شخص جو کچھ چاہتا کہتا۔

(مقدمہ صحیح مسلم، ترقیم دارالسلام: ۳۲ وسندہ صحیح)

حافظ ابونصر عبیداللہ بن سعید بن حاتم الوائلی السجزی [حنفی] رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۴ھ) نے فرمایا: '' **فکل مدعٍ للسنة یجب أن یطالب بالنقل الصحیح بما یقوله فإن أتی بذلك علم صدقه و قبل قوله ...** '' پس ہر شخص جو سنت (ماننے) کا مدعی ہے، یہ ضروری ہے کہ وہ جو کہتا ہے اُس کے بارے میں اُس سے صحیح سند کا مطالبہ کیا جائے پھر وہ اگر یہ (صحیح سند) پیش کردے تو اس کی سچائی معلوم ہو جاتی ہے اور اس کی بات قبول کی جاتی ہے... (رسالۃ السجزی الیٰ اہل زبید فی الرد علیٰ من انکر الحرف والصوت ص ۱۴۶)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱: ہر روایت اور ہر حوالے کے لئے صحیح و مقبول سند پیش کرنی چاہئے۔

۲: بے سند روایت اور بے سند حوالہ مردود ہوتا ہے۔

ہم نے ماہنامہ الحدیث حضرو اور اپنی تازہ تصانیف میں یہ معیار قائم کیا ہے کہ ہر بات باحوالہ اور باسند ہوتی ہے۔ اگر روایت صحیح و مقبول ہو تو اُس سے استدلال کیا جاتا ہے، ورنہ اُسے رد کر دیا جاتا ہے۔ والحمد للہ

یہ وہ خاص منہج ہے جس میں دنیا کا کوئی انسان بھی ماہنامہ الحدیث کا مقابلہ نہیں کرسکتا، مثلاً زرولی خان دیوبندی نے ''احسن المقال فی کراھیۃ صیام ستۃ شوال'' نامی مضمون میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ شوال کے چھ روزوں کے بارے میں ''حضرت ابوحنیفہؒ سے بھی معتبر فتاویٰ

اور کتب مذھب میں کراھت منقول ہے...'' (احسن المقال ص ۲۴، نیز دیکھئے ص ۳۴۔۳۶)

اس کے جواب میں راقم الحروف نے لکھا تھا: ''شوال کے چھ روزوں کو مکروہ یا ممنوع سمجھنا امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔ زرولی دیوبندی نے فقہ کی کتابوں سے جو کچھ نقل کیا ہے وہ بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔'' (ماہنامہ الحدیث: ۵۰ ص ۴۸)

ایک دیوبندی نے ''تصحیح الاقوال فی رد صحیح الاقوال'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا: (ماہنامہ الاحسن صفر ۱۴۳۰ھ ص ۲۲ تا ۳۳) مگر الحادی وغیرہ گالیوں کے علاوہ امام ابوحنیفہ سے ایک صحیح سند بھی پیش نہیں کی، جس سے شوال کے چھ روزوں کا مکروہ یا ممنوع ہونا ثابت ہوتا ہو۔ اتنی عظیم شکست کے بعد یہ لوگ اہلِ حدیث کو گالیاں نہ دیں تو کیا کریں؟!

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''اور امام بخاریؒ نے اپنے استدلال میں ان کے اثر کی کوئی سند نقل نہیں کی اور بے سند بات حجت نہیں ہوسکتی۔''

(احسن الکلام ج ۱ ص ۳۲۷، دوسرا نسخہ ص ۴۰۳)

جب امام بخاری کی بیان کردہ بے سند بات حجت نہیں ہوسکتی تو کتبِ فقہ کے بے سند اقوال کس طرح حجت ہوسکتے ہیں؟!

تصحیح الاقوال نام رکھنے سے بے سند اقوال کبھی حجت نہیں ہوسکتے۔

ایک اور شخص نے قربانی کے چار دن ثابت کرنے کے لئے علامہ نووی، حافظ ابن القیم اور شوکانی کے بے سند حوالے پیش کر کے یہ منوانے کی کوشش کی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قربانی کے چار دنوں کے قائل تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ بے سند اقوال تو مردود ہوتے ہیں لہٰذا وہ اپنے اس مضمون میں سخت ناکام رہے۔

ہماری طرف سے عام اعلان ہے کہ اگر کوئی شخص ہمارے منہج کو مدنظر رکھ کر دلیل سے جواب دے تو ہم اس جواب کو تسلیم کریں گے اور علانیہ رجوع کریں گے۔ رہے بے سند اقوال اور حوالے یا کتاب و سنت و اجماع اور جمہور سلف صالحین کے خلاف ''تحقیقات'' یا

''تدقیقات''تو انھیں کون سنتا ہے اور علمی میدان میں ان کی وقعت ہی کیا ہے؟!

امام شافعی نے فرمایا: جو شخص حجت (دلیل اور سند) کے بغیر علم طلب کرتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے رات میں لکڑیاں اکٹھی کرنے والا، جو لکڑیاں اٹھا کر لے جا رہا ہے جن میں زہریلا سانپ ہے، جو اسے ڈس لے گا اور اسے پتا بھی نہیں ہوگا۔

(المدخل الیٰ کتاب الاکلیل للحاکم ص ۲۸ وسندہ صحیح)

(۲۹/نومبر ۲۰۰۹ء)

دوغلی پالیسی

عیدین کی بارہ تکبیرات والی حدیثوں میں سے ایک حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، اس حدیث کے ایک راوی عبداللہ بن لہیعہ کے بارے میں منیر احمد منور دیوبندی نے لکھا ہے: ''اس کی سند میں ابن لھیعہ ضعیف راوی ہے۔''

(نمازِ عید کے مسائل پر حنفی تحقیقی جائزہ ص ۲۳ طبع اول)

اسی راوی (ابن لہیعہ) سے تکبیراتِ عیدین میں رفع یدین والی حدیث بھی مروی ہے۔

(دیکھئے التلخیص الحبیر ۲/ ۸۶ ح ۶۹۲)

یہ حدیث اس مسئلے میں آلِ دیوبند کی تائید میں ہے لہٰذا منیر احمد منور نے مذکورہ بالا کتاب میں لکھا: ''عبداللہ بن لھیعہ ضعیف محض نہیں بلکہ اس کے ثقہ وضعیف ہونے میں محدثین کے درمیان اختلاف ہے۔ پس یہ راوی مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ راوی کی حدیث درجہ حسن میں ہوتی ہے۔'' (نمازِ عید کے مسائل پر حنفی تحقیقی جائزہ ص ۳۳)

ان دونوں عبارتوں میں صرف نو یا دس صفحات کا فرق ہے۔ ایسی دوغلی پالیسی کی بنیاد پر دیوبندی اتحاد سرگودھا اس کوشش میں مصروف ہے کہ اہلِ حدیث (اہلِ سنت) کی پھیلتی ہوئی دعوتِ حقہ کا راستہ روک دے لیکن یہ سچی دعوت رُکے گی نہیں بلکہ پھیلتی ہی پھیلتی رہے گی۔ ان شاء اللہ

(۲۶/ دسمبر ۲۰۰۹ء)

اسلام میں سنت جاری کرنے سے کیا مراد ہے؟

۲۱۰) وعن جرير قال : كنا في صدر النهار عند رسول الله ﷺ فجاءه قوم عراة مجتابي النمار أو العباء متقلدي السيوف عامتهم من مضر بل كلهم من مضر فتمعر وجه رسول الله ﷺ لما رأى بهم من الفاقة فدخل ثم خرج فأمر بلالاً فأذن وأقام فصلى ثم خطب فقال : ﴿ يَآأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ واحِدَةٍ ﴾ إلى آخر الآية: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ والآية التي في الحشر: ﴿ اتَّقُوْا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ﴾ تصدق رجل من ديناره، من درهمه، من ثوبه، من صاع بره، من صاع تمره حتى قال : ((ولو بشق تمرة .)) قال :فجاء رجل من الأنصار بصرةٍ كادت كفه تعجز عنها بل قد عجزت ثم تتابع الناس حتى رأيت كومين من طعام و ثياب .حتى رأيت وجه رسول الله ﷺ يتهلل كأنه مذهبة فقال رسول الله ﷺ : ((من سن في الإسلام سنة حسنة فله أجرها و أجر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيئ ومن سن في الإسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شيء .)) رواه مسلم .

اور (سیدنا) جریر (بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم پہلے پہر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، اتنے میں ایک قوم آئی جو ننگے بدنوں پر سفید و سیاہ دھاری دار کمبل نما چادریں یا عبائیں پہنے ہوئے اور تلواریں لٹکائے ہوئے تھے۔ اُن میں سے عام بلکہ سارے مضر (قبیلے) میں سے تھے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے اُن کی فاقے والی حالت دیکھی تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ آپ گھر میں داخل ہوئے پھر باہر تشریف لائے تو

بلال کو حکم دیا کہ اذان واقامت کہیں پھر آپ نے نماز پڑھائی تو خطبہ دیا اور فرمایا:

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اُس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں کے ذریعے سے بہت سے مرد عورتیں پیدا کر کے (زمین میں) پھیلا دیئے۔ اور اللہ سے ڈرو، جس کے ذریعے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داروں کا خیال رکھو۔ بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔ (النساء:۱)

آپ نے آخر تک آیت تلاوت فرمائی۔ اور (پھر) سورۃ الحشر کی آیت پڑھی۔

(اے ایمان والو!) اللہ سے ڈرو اور ہر آدمی کو کل کی فکر کرنی چاہیئے اور اللہ سے ڈرو بے شک تم جو کرتے ہو اُسے اللہ خوب جانتا ہے۔ (الحشر:۱۸)

لوگوں میں سے کوئی آدمی اپنے دینار میں سے صدقہ کرنے لگا اور کوئی درہم، کپڑے، گندم اور کھجور کے صاع (تقریباً ڈھائی کلو کا ایک برتن) میں سے، حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو۔ پھر ایک انصاری ایک (بھاری) تھیلی کے ساتھ آئے کہ اُن کا ہاتھ اُسے اٹھانے سے عاجز تھا پھر لوگ (مال واسباب لے کر) آنے لگے یہاں تک کہ میں نے کھانے (غلے) اور کپڑوں کے دو ڈھیر دیکھے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا چہرہ (خوشی سے) سونے کی طرح چمک رہا تھا۔ پھر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا: جو شخص اسلام میں اچھی سنت کو جاری کرے گا تو اُسے اس کا اجر ملے گا اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اُن جتنا اجر بھی اُسے ملے گا لیکن اُن کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ اور جو شخص اسلام میں غلط طریقہ رائج کرے گا تو اُسے اس کا گناہ ملے گا اور جو لوگ اس طریقے پر عمل کریں گے اُن کے گناہوں جتنا بھی اسے ملے گا لیکن ان لوگوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اسے مسلم (٦٩/١٠١٧) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

١: اس حدیث میں سنت جاری کرنے سے مراد وہ طریقہ ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہو لیکن یاد رہے کہ اس سے مراد بدعت کا ایجاد کرنا نہیں ہے۔

۲: جو کام سنت سے ثابت ہے اُس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا بڑے ثواب کا کام ہے۔

۳: رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔

۴: اگر شدید ضرورت ہو تو لوگوں کے سامنے تعاون کی اپیل کرنا جائز ہے۔

۵: اگر اسلحہ موجود ہو تو ہر وقت مسلح رہنا مسنون ہے۔ ٦: مشکل کشا صرف ایک اللہ ہے۔

۷: خطبے میں لوگوں کو سمجھانے کے لئے آیات کی تلاوت کرنا سنت ہے۔

۸: کسی پریشان حال مسلمان کو دیکھ کر مضطرب ہونا اور اس کی راحت میں خوشی محسوس کرنا عین ایمان ہے۔

۲۱۱) وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ :((لا تقتل نفس ظلمًا إلا كان على ابن آدم الأول كفل من دمها لأنه أول من سن القتل .))

متفق عليه . وسنذكر حديث معاوية :((لا يزال من أمتي)) في باب ثواب هذه الأمة إن شاء الله تعالى .

اور (سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی مظلوم انسان مارا جاتا ہے تو آدم (علیہ السلام) کے پہلے بیٹے کو اس (قتل) کا گناہ ملتا ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ جاری کیا۔

متفق علیہ (بخاری: ۳۳۳۵، مسلم: ۲۷/ ۱٦۷۷)

ہم (سیدنا) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی (بیان کردہ) حدیث: ((لا تزال من أمتي)) ثواب ھذہ الامۃ (٦۲۷٦) کے باب میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

فقہ الحدیث: ۱: جس شخص نے بُرائی اور گناہ کا طریقہ ایجاد کر کے لوگوں میں جاری کیا تو اس پر عمل کرنے والوں کے گناہوں کا وبال بھی اُسی پر ہوگا۔

۲: کہا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔

نام کی تصریح کے بغیر ان دو بھائیوں کا قصہ قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔

دیکھئے المائدہ: ۲۷۔۳۱

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

التحقیق القوی فی عدم سماع الحسن البصری من علی رضی اللہ عنہ

سوال کیا امام حسن بصری رحمہ اللہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے؟

طاہر القادری (بریلوی) نے ''القول القوی فی سماع الحسن عن علی'' نامی رسالہ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حسن بصری کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔اس مسئلے میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟ (اعظم المبارکی)

الجواب امام ابوسعید الحسن بن ابی الحسن: یسار البصری رحمہ اللہ ۲۱ یا ۲۲ ہجری کو پیدا ہوئے اور ۱۱۰ھ میں وفات پائی، آپکے ثقہ فقیہ فاضل ہونے پر اتفاق ہے۔

حسان بن ابی سنان البصری رحمہ اللہ (صدوق عابد/تقریب التہذیب: ۱۲۰۰) سے روایت ہے کہ میں نے حسن (بصری) کو فرماتے ہوئے سنا: ''**أدركت سبعين بدريًا و صليت خلفهم و أخذت بحجزهم**'' میں نے ستر (۷۰) بدریوں کو پایا، اُن کے پیچھے نمازیں پڑھیں اور اُن کا دامن تھاما۔ (حلیۃ الاولیاء ج ٦ ص ١٩٦، وسندہ حسن)

اس روایت کے راوی ریاح بن عمرو القیسی پر امام ابوداود کی جرح امام ابوداود سے ثابت نہیں ہے، کیونکہ اس جرح کا راوی ابوعبید الآجری مجہول الحال ہے۔

امام حسن بصری کے درج بالا قول سے معلوم ہوا کہ انھوں نے بچپن میں ستر بدری صحابہ کو دیکھا تھا، لیکن کیا اُن سے احادیث بھی سنی تھیں؟ اس کا کوئی ذکر اس روایت میں نہیں ہے۔ستر بدری صحابہ سے مراد دو گروہ ہی ہوسکتے ہیں:

اول: وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنھوں نے غزوۂ بدر میں شمولیت اختیار کی تھی۔

دوم: بدر نامی علاقے کے رہنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اگر اول الذکر مراد ہو تو سوال یہ ہے کہ کیا ان جلیل القدر صحابہ کرام میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، جن سے حسن بصری کو رُویت (دیکھنے) کا شرف حاصل ہوا؟

حافظ ابوالحجاج المزی وغیرہ علماء کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

دیکھئے تہذیب الکمال (ج ۲ ص ۱۱۴، طبعہ مصغرہ: موسسۃ الرسالہ)

یونس بن عبید سے روایت ہے کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا: اے ابوسعید! آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حالانکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا؟ انھوں نے جواب دیا: اے بھتیجے! تم نے مجھ سے ایسی چیز کے بارے میں پوچھا ہے جس کے بارے میں پہلے کسی نے نہیں پوچھا، اور اگر میرے نزدیک تمھارا (بڑا) مقام نہ ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ بتاتا، میں جس زمانے میں ہوں تم دیکھ رہے ہو (وہ حجاج بن یوسف کا زمانہ تھا) تم نے مجھے جب بھی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہوئے سنا ہے تو وہ علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے ہے، وجہ یہ ہے کہ میں اس زمانے میں علی (رضی اللہ عنہ) کا نام نہیں لے سکتا۔ (تہذیب الکمال ۲/۱۲۱، الحاوی للفتاوی ۲/۱۰۲، محمد طاہر القادری بریلوی کا رسالہ: القول القوی فی سماع الحسن عن علی رضی اللہ عنہ ص ۴۴)

یہ درج بالا ساری روایت کئی وجہ سے بلحاظِ سند ثابت نہیں ہے:

اول: اس کا راوی عطیہ بن محارب نامعلوم (مجہول) ہے۔

دوم: ثمامہ بن عبیدہ ضعیف ہے۔ ابوحاتم الرازی نے فرمایا: "**منکر الحدیث**" نیز علی بن المدینی نے اُسے سخت ضعیف اور جھوٹ بولنے والا قرار دیا۔ (الجرح والتعدیل ۲/۴۶۷)

سوم: محمد بن موسیٰ بن نفیع الحرشی بھی مجروح ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا:

"**لیّن**" یعنی ضعیف (تقریب التہذیب: ۶۳۳۸)

چہارم: محمد بن حنیفہ الواسطی کے بارے میں امام دارقطنی نے کہا: "**لیس بالقوي**"

(سوالات الحاکم للدارقطنی: ۲۱۹، اور لسان المیزان ۵/۱۵۰)

اس ضعیف و مردود سند سے طاہر القادری نے استدلال کر کے اپنی "ڈاکٹریٹ" کا صحیح

تعارف کرادیا ہے۔!

سیوطی وغیرہ نے چند روایات ایسی پیش کی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سنا تھا، ان روایات میں سے ایک روایت بھی صحیح و ثابت نہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: سیوطی نے مسند ابی یعلیٰ (؟) سے امام ابو یعلیٰ کی سند کے ساتھ عقبہ بن ابی الصہباء الباہلی سے نقل کیا: ''**سمعت الحسن يقول : سمعت عليًا يقول قال رسول الله ﷺ : مثل أمتي مثل المطر ..** '' (الحاوی للفتاوی ۱۰۴/۲، اتحاف الفرقۃ برفو الخرقۃ)

کسی محمد بن الحسن بن الصیر فی نے اس روایت کو حسن کے علی رضی اللہ عنہ سے سماع میں نصِ صریح قرار دیا ہے لیکن عرض ہے کہ اس ''نصِ صریح'' سے استدلال کئی وجہ سے غلط ومردود ہے:

اول: یہ روایت مسند ابی یعلیٰ میں نہیں ملی لہٰذا سوال یہ ہے کہ کس نے اُسے امام ابو یعلیٰ سے روایت کیا ہے؟

سیوطی نے کہا: '' **قال الحافظ ابن حجر : ووقع في مسند أبي يعلى قال ...** '' **إلخ**

حافظ ابن حجر نے کہا: اور مسند ابی یعلیٰ میں ہے کہ انھوں نے فرمایا... (الحاوی للفتاوی ۱۰۴/۲)

حافظ ابن حجر کی کسی کتاب میں سیوطی کا منسوب کردہ یہ قول نہیں ملا اور حافظ ابن حجر ۸۵۲ھ میں وفات پا گئے تھے اور سیوطی ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے لہٰذا حافظ ابن حجر سے سیوطی کا سماع ثابت نہیں ہے، یعنی سیوطی کی یہ نقل منقطع اور بے سند ہے۔

دوم: خود حسن بصری نے فرمایا کہ انھوں نے بالمشافہ حدیث (سننے) کے ساتھ بدریوں میں سے کسی سے بھی ملاقات نہیں کی... الخ (کتاب المعرفۃ والتاریخ ج ۲ ص ۳۵ وسندہ صحیح)

قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں حسن (بصری) نے کسی بدری صحابی سے ملاقات کا نہیں بتایا۔

(طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۵۹، وسندہ صحیح)

یہ ظاہر ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے اور امام حسن بصری نے اپنے بارے میں بالکل سچ فرمایا ہے لہٰذا سیوطی کی بے حوالہ نقل (؟) مردود ہے۔

یاد رہے کہ ابن الصیرفی سے بھی سیوطی کی نقل محلِ نظر ہے۔

۲: حدیث المصافحۃ ...'' عيسى القصار (؟) قال : صافحت الحسن البصري قال : صافحت علي بن أبي طالب ... ''إلخ (الحاوی للفتاوی ج۲ص۱۰۴)

یہ ساری روایت مجہول راویوں کی وجہ سے مردود ہے۔

عیسیٰ القصار، علی بن الرزینی اور احمد بن محمد النغروی وغیرہم کون تھے؟ اللہ ہی جانتا ہے۔

جو شخص صوفیوں کی اس سند کو صحیح سمجھتا ہے، اُس پر یہ لازم ہے کہ ابن مسدی سے لے کر حسن بصری تک ہر راوی کا ثقہ یا صدوق ہونا باحوالہ ثابت کر دے۔

۳: سعید بن ابی عروبہ عن عامر الاحول عن الحسن کی سند سے مروی ہے کہ قال: '' شهدت عليًا رضي الله عنه بالمدينة ...'' میں نے مدینے میں علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعہ لللالکائی ؟، الحاوی للفتاوی ۲/۱۰۴)

یہ روایت کئی وجہ سے ضعیف و مردود ہے:

اول: سعید بن ابی عروبہ مدلس تھے اور روایت عن سے ہے۔

دوم: تمیم بن محمد کی توثیق مطلوب ہے۔

سوم: محمد بن احمد بن حمدان نامعلوم ہے۔

چہارم: احمد بن محمد الفقیہ کا تعین مطلوب ہے۔

پنجم: السنہ لللالکائی میں یہ روایت نہیں ملی۔

۴: سلیمان بن سالم القرشی نے علی بن زید (بن جدعان) سے روایت کیا، اُس نے حسن بصری سے روایت کیا کہ انھوں نے علی اور زبیر رضی اللہ عنہما کو باہم معانقہ کرتے ہوئے دیکھا...الخ

(التاریخ الصغیر للبخاری ۲/ ۱۹۹ رقم ۲۲۹۵، دوسرا نسخہ ۲/ ۱۸۲، التاریخ الاوسط للبخاری وھو المشھور بالتاریخ الصغیر ۴/ ۶۹۰ ح ۱۰۶۸، الکامل لابن عدی ۳/ ۱۲۷۰ رقم ۷۴۲، دوسرا نسخہ ۳/ ۱۱۱۹، تیسرا نسخہ ۴/ ۲۶۲)

اس روایت کا راوی علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۴۷۳۴)

جمہور نے اُسے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے زوائد سنن ابن ماجہ للبوصیری (۲۲۸) اور

مجمع الزوائد (۲۰۶/۸، ۲۰۹)

تنبیہ: حاکم نیشاپوری نے حسن کی علی رضی اللہ عنہ سے روایت کو صحیح کہا ہے۔

(المستدرک ۳۸۹/۴ ح ۷۱۶۹) لیکن ذہبی نے "**فیہ ارسال**" کہہ کر اس روایت کے منقطع ہونے کی صراحت کر دی ہے۔ دیکھئے تلخیص المستدرک (۳۸۹/۴)

امام بخاری نے حسن عن علی کی ایک روایت کو "**حسن**" کہا اور فرمایا: حسن نے علی کو پایا ہے۔ (العلل الکبیر للترمذی ۵۹۳/۲، ابواب الحدود)

شمس الدین ابن الجزری (متوفی ۸۳۳ھ) نے حسن عن علی والی ایک روایت کو "**وهذا حديث صحيح الإسناد**" کہا۔ (مناقب الاسد الغالب ج ۱ ص ۷۲، از مکتبہ شاملہ)

یہ اقوال جمہور علماء کی تحقیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہیں۔

طاہر القادری نے ضعیف روایات لکھ کر دعویٰ کیا ہے کہ "یہ تمام روایات صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع کیا اور ان سے بکثرت طریقت و معرفت کا فیضان حاصل کیا تھا۔" (القول القوی ص ۸۵)

عرض ہے کہ طاہر القادری کی مذکورہ روایات ضعیف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں لہٰذا بکثرت طریقت و معرفت کے فیضان حاصل کرنے کا دعویٰ باطل ہے۔

ان غیر ثابت روایات کے بعد وہ دلائل پیشِ خدمت ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کچھ بھی نہیں سنا تھا:

۱) حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "**أنه [ما] لقي أحدًا من البدريين شافهه بالحديث ...**" انھوں (یعنی حسن بصری) نے کسی ایک بدری صحابی سے حدیث سننے والی ملاقات نہیں کی۔ (کتاب المعرفۃ والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان الفارسی ج ۲ ص ۳۵ وسندہ صحیح)

۲) حسن بصری کے شاگرد قتادہ نے کہا: ہمیں حسن (بصری) نے نہیں بتایا کہ کسی بدری صحابی سے اُن کی ملاقات ہوئی ہو۔

(طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۵۹، وسندہ صحیح، سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵٦۷)

۳) اسماء الرجال کے مشہور امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) نے فرمایا:
حسن نے علی (رضی اللہ عنہ) کو نہیں دیکھا اِلا یہ کہ انھوں نے بچپن میں اُنھیں دیکھا ہو۔

(المراسیل لابن ابی حاتم ص ۳۲ وسندہ صحیح)

٤) امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۲٦۴ھ) نے فرمایا: حسن (بصری) نے (سیدنا) عثمان اور علی (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا اور اُن سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

(المراسیل لابن ابی حاتم ص ۳۱ ملخصاً وسندہ صحیح)

۵) امام ابوعیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: اور ہمیں حسن (بصری) کا علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے سماع معلوم نہیں ہے۔ (جامع الترمذی: ۱۴۲۳)

٦) حافظ ابوالحجاج المزی رحمہ اللہ نے فرمایا:
حسن (بصری) نے علی بن ابی طالب، طلحہ بن عبید اللہ اور عائشہ کو دیکھا اور اُن میں سے کسی ایک سے بھی اُن کا سماع صحیح ثابت نہیں ہے۔ (تہذیب الکمال ج ۲ ص ۱۱۴، نسخہ مؤسسۃ الرسالہ)

۷) حافظ ذہبی نے کہا: حسن بصری نے علی اور ام سلمہ (رضی اللہ عنہما) دونوں سے نہیں سنا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵٦٦)

۸) حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: حسن بصری نے علی (رضی اللہ عنہ) سے نہیں سنا۔

(اتحاف المہرہ ج ۱۱ ص ۳۴۱ قبل ح ۱۴۱۵۵)

۹) امام ابوحاتم الرازی نے قتادہ عن ''**الحسن عن علي عن النبي** ﷺ'' والی روایت کے بارے میں فرمایا: ''**وھو مرسل**'' اور وہ مرسل (منقطع) ہے۔

(علل الحدیث لابن ابی حاتم طبعہ محققہ ج ۱ ص ۵۲۰ ح ٦۵۷)

۱۰) بیہقی نے حسن عن علی والی روایت کو ''**منقطع**'' کہا۔

(معرفۃ السنن والآثار ٦/ ۲٦٦ ح ۴۹۸۰، الدیات باب قتل الرجل بالمرأۃ)

اور کہا: ''**وقالوا: روایة الحسن عن علي لم تثبت . و أهل العلم بالحدیث**

یـــرونهـــا مـــرسلة . '' اورانھوں (محدثین) نے کہا: حسن کی علی سے روایت ثابت نہیں ہے۔حدیث کے علماء اسے مرسل (منقطع) سمجھتے ہیں۔

(معرفۃ السنن والآثار ۳/۸۷، صلوٰۃ الخوف)

نیز دیکھئے الجوہر النقی (۳/۳۳۰)

۱۱) ابن الترکمانی حنفی نے کہا:

'' **الحسن أيضًا لم يسمع عليًا .** ''اور حسن نے علی (رضی اللہ عنہ) سے سنا بھی نہیں۔

(الجوہر النقی ج ۴ ص ۲۸۶)

۱۲) ابن عراق الکنانی (متوفی ۹۶۳ھ) نے کہا:

'' **وهو من حديث الحسن عن علي ولم يلقه ...** ''اور وہ حسن کی علی (رضی اللہ عنہ) سے حدیث میں سے ہے اور انھوں نے علی سے ملاقات نہیں کی۔

(تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الموضوعۃ ۲/۲۶۷ ح ۱۳۳، کتاب الاطعمہ)

۱۳) ابن عبدالہادی نے کہا: '' **الحسن لم يسمع من علي** ''حسن نے علی (رضی اللہ عنہ) سے نہیں سنا۔ (تنقیح تحقیق احادیث التعلیق ۳/۲۱۲ ح ۱۸۷۱، از مکتبہ شاملہ)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین و علماء کے نزدیک حسن بصری رحمہ اللہ کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت عدمِ سماع کی وجہ سے منقطع (یعنی ضعیف) ہے۔

تنبیہ: سیوطی نے اتحاف الفرقۃ برفو الخرقۃ (فرقے کا تحفہ، خرقے یعنی پرانے پھٹے ہوئے کپڑے کے ٹکڑے [چیتھڑے] کی مرمت) کے عنوان سے جس صوفیانہ خرقے کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کے بارے میں اہلِ تصوف کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ خرقہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حسن بصری رحمہ اللہ کو پہنایا تھا اور حسن بصری نے اپنے شاگرد کو پہنایا پھر اسی طرح آگے صوفیاء میں یہ (چوغہ پہننے کی) رسم چلی۔

عرض ہے کہ اس صوفیانہ خرقے اور چوغے کا کوئی ثبوت کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے بلکہ کسی ضعیف حدیث میں بھی نہیں ہے۔

سخاوی (صوفی) نے لکھا ہے: ''قال ابن دحیة و ابن الصلاح : إنه باطل و کذا قال شیخنا ... ''ابن دحیہ اور ابن الصلاح نے کہا: یہ باطل ہے اور اسی طرح ہمارے استاذ (حافظ ابن حجر) نے فرمایا... (المقاصد الحسنہ ص ۳۳۱ ح ۸۵۲ حرف اللام)

پھر سخاوی نے حافظ ابن حجر سے نقل کیا کہ یہ جھوٹ اور افتراء ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) نے حسن بصری کو خرقہ پہنایا تھا کیونکہ حدیث کے اماموں نے حسن کا علی سے سماع ہی ثابت قرار نہیں دیا، کجا یہ کہ وہ اُن سے خرقہ پہنیں؟

پھر سخاوی نے کہا: ہمارے استاذ (ابن حجر) اس بیان میں اکیلے نہیں بلکہ دمیاطی، ذہبی، ہکاری، ابوحیان، علائی، مغلطائی، عراقی، ابن الملقن، ابناسی، برہان الحلبی اور ابن ناصر الدین نے بھی یہی بات کہی ہے۔ (المقاصد الحسنہ ص ۳۳۱)

نیز دیکھئے الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ لملا علی قاری (ص ۲۷۰۔۲۷۱ ح ۳۵۶)

خرقے والے قصے کے بارے میں حافظ ذہبی نے کلام کر کے اس کا منقطع ہونا ثابت کیا ہے۔ دیکھئے تاریخ الاسلام للذہبی (۱۸۴/۱۰، وفیات ۱۲۱۔۱۷۰ھ)

سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ تک بعض صوفیاء کے سلسلوں کی متصل صحیح سند بھی کہیں موجود نہیں ہے اور اس سلسلے میں تمام صوفیانہ دعاوی کذب وافتراء سے لبریز ہیں مثلاً حسین احمد مدنی (دیوبندی) کے ''سلاسلِ طیبہ'' (ص ۸) میں وسیلے والا سلسلہ بلحاظِ سند ثابت نہ ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

صوفیا اور بعض علماء کا خرقہ پہننا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے امام حسن بصری کو یہ خرقہ (صوفیانہ چوغہ) پہنایا تھا لہٰذا اتحاف الفرقہ سے خرقہ رفو نہیں ہوا بلکہ اور زیادہ پھٹ گیا۔ یہ اس وقت رفو ہوگا جب اس کی صحیح متصل سند پیش کی جائے گی۔

اس ساری بحث سے یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کچھ بھی نہیں سنا تھا۔

(۱۲/نومبر ۲۰۰۹ء)

حافظ زبیر علی زئی

الیاس گھمن کے پانچ اعتراضات اور اُن کے جوابات

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

محمد الیاس گھمن دیوبندی نے اہلِ حدیث (اہلِ سنت) کے خلاف ایک کتاب: ''فرقہ اہلحدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ'' لکھی ہے، جس میں وحید الزمان حیدر آبادی، نواب صدیق حسن خان، نور الحسن، حافظ عنایت اللہ گجراتی اور فیض عالم صدیقی وغیرہم جیسے غیر اہلِ حدیث اشخاص کے حوالے اور بعض اہلِ حدیث علماء کے کچھ شاذ و غیر مفتیٰ بہا اقوال پیش کر کے مسلکِ حق کے خلاف پروپیگنڈا کیا ہے، حالانکہ ایسے تمام حوالوں سے اہلِ حدیث بری ہیں۔ نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ٢٣ص ٤٠

لہٰذا اہلِ حدیث کے خلاف ایسے حوالے پیش کرنا اصولاً اور اخلاقاً غلط ہے۔ گھمن کی اس کتاب میں راقم الحروف پر پانچ اعتراضات کئے گئے ہیں، جن کے جوابات درج ذیل ہیں:

١) راقم الحروف نے رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھا تھا: ''نبی ﷺ کی ساری زندگی میں صرف ایک نماز کا بھی ثبوت نہیں ہے کہ آپ نے رفع الیدین نہ کیا ہو۔ جب ترک ہی ثابت نہیں ہے تو نسخ کس طرح ثابت ہوگا؟''

(نور العینین ص ١٥٦)

اس عبارت کو ذکر کرنے کے بعد گھمن نے لکھا ہے:

''حدیث ابو حمید الساعدیؓ [صحیح بخاری ج ١ص ١١٤، صحیح ابن خزیمہ ج ١ص ٣٢٤ رقم الحدیث ٦٤٣ وص ٣٢٧ رقم الحدیث ٦٥٢، صحیح ابن حبان ج ٣ص ١٧٢ رقم الحدیث ١٨٦٦] وغیرہ میں ہے کہ آپ ﷺ تکبیر تحریمہ کی رفع الیدین کے علاوہ رکوع کی رفع الیدین کے بغیر نماز پڑھتے تھے۔ ان روایات سے ترک ثابت ہے۔'' (...اہلحدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ ص ٣٦٤)

عرض ہے کہ سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی (محمد بن عمرو بن حلحلہ عن محمد بن عمرو بن عطاء والی)

روایت میں آیا ہے کہ ''میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ جب آپ تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھوں کو دونوں کندھوں کے برابر لے جاتے تھے رکوع کو جاتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر خوب جما کر پشت کو ہموار کرتے تھے رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو بالکل سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے..'' (صحیح بخاری ج اص ۴۸۰ ح ۷۹۴، مشہور ترقیم: ۸۲۸، ترجمہ عبدالدائم جلالی دیوبندی)

اس روایت میں ترکِ رفع یدین قبل الرکوع و بعدہ کا نام و نشان تک نہیں ہے اور یہ مسلّم ہے کہ عدمِ ذکر نفیِ ذکر کو مستلزم نہیں ہوتا لہٰذا گھمن نے اس ایک حوالے میں پانچ جھوٹ بولے ہیں:

۱: امام بخاری پر جھوٹ

۲: امام ابن خزیمہ پر جھوٹ

۳: امام ابن حبان پر جھوٹ

حافظ ابن حبان نے اس حدیث پر درج ذیل باب باندھا ہے:

اس حدیث کا بیان جس سے اس شخص نے حجت پکڑی جسے حدیث کا علم صحیح نہیں آتا اور اس نے نماز میں مذکورہ مقامات پر رفع یدین کی نفی کی، جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

(صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۱۷۲ قبل ح ۱۸۶۶، ماہنامہ الحدیث حضرو: ۶۷ ص ۳۴)

۴: سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ

۵: سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ

یاد رہے کہ سیدنا ابو حمید رضی اللہ عنہ کی (عبدالحمید بن جعفر عن محمد بن عمرو بن عطاء والی) روایت میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کا ذکر صراحتاً آیا ہے۔

دیکھئے سنن الترمذی (ج ۱ص ۶۷ ح ۳۰۴ وقال: ھذا حدیث حسن صحیح) صحیح ابن حبان (ج ۳ص ۱۷۱ح ۱۸۶۴) اور منتقی ابن الجارود (ح ۱۹۲)

اس روایت کے راوی عبدالحمید بن جعفر جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق تھے۔

دیکھئے نور العینین (ص ۱۰۷)

یہ تسلیم شدہ قاعدہ ہے کہ جس طرح قرآن قرآن کی تشریح کرتا ہے، اسی طرح حدیث بھی حدیث کی تشریح کرتی ہے۔

گھمن نے ایک غیر مستند کتاب: اخبار الفقہاء والمحدثین کا حوالہ بھی پیش کیا ہے، حالانکہ اس کتاب کے آخر میں لکھا ہوا ہے:

''کتاب مکمل ہوگئی....اور یہ (تکمیل) شعبان ۴۸۳ھ میں ہوئی ہے۔'' (اخبار الفقہاء ص۲۹۳)

اخبار الفقہاء کے مذکور مصنف محمد بن الحارث القیروانی تو ۳۶۱ھ میں فوت ہو گئے تھے لہٰذا اُن کی وفات کے **۱۲۲** سال بعد اس کتاب (اخبار الفقہاء) کی تکمیل کرنے اور لکھنے والا کون تھا؟ یہ معلوم نہیں لہٰذا اس کتاب کا محمد بن حارث القیروانی کی کتاب ہونا ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے نور العینین (ص۲۰۶)

غیر ثابت کتاب کا ذکر کر کے گھمن نے ''وسندہ صحیح'' لکھ دیا ہے حالانکہ اسی غیر ثابت کتاب میں گھمن والی روایت کو شاذ (یعنی ضعیف و مردود) قرار دیا گیا ہے۔

دیکھئے اخبار الفقہاء (ص۲۱۴)

اس کے بعد گھمن نے سنن نسائی (ج۱ ص۱۵۸، ۱۶۱) میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت کا حوالہ پیش کیا ہے، حالانکہ اس روایت میں سفیان ثوری مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے لہٰذا ضعیف ہے۔

ایک ضعیف، ایک شاذ و مردود اور ایک غیر متعلق روایت پیش کر کے گھمن نے نور العینین کی عبارت (جب ترک ہی ثابت نہیں...) کو ''صریح جھوٹ'' قرار دیا ہے، حالانکہ نور العینین کی یہ عبارت بالکل صحیح اور بے داغ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بہت سے علماء کے نام لے کر فرمایا: ''ان میں سے کسی ایک کے پاس بھی ترک رفع یدین کا علم نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (ثابت) ہے اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے کہ اس نے رفع یدین نہیں کیا۔''

(جزء رفع الیدین بتحقیقی: ۴۰ ص ۶۴)

۲) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین باسند صحیح ثابت

ہے۔ دیکھئے نورالعینین (طبع اول ص ۱۲۴، طبع اپریل ۲۰۰۲ء ص ۱۵۲، طبع مارچ ۲۰۰۴ء ص ۱۴۷) اور جزء رفع الیدین للبخاری (ح ۲۰ وسندہ صحیح)

نورالعینین کے بعد والے نسخوں میں کمپوزر کی غلطی سے امام بیہقی والا حوالہ (جو کہ اصل میں سیدنا ابوبکر الصدیق اور سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کے ساتھ ہے) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ کمپوزر کی طرف سے کاپی اور پیسٹ کرنے کی وجہ سے لگ گیا ہے، جسے الیاس گھمن نے جھوٹ قرار دیا ہے۔

کمپوزر اور پروف ریڈنگ کی غلطی کو جھوٹ قرار دینا گھمن جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔

قادیانی یہ کہتے ہیں کہ (سید) نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ نے ۱۸۸۴ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک عورت سے نکاح پڑھایا تھا۔!

یہ وہ زمانہ تھا جب رشید احمد گنگوہی کے نزدیک مرزا قادیانی ''مرد صالح'' تھا۔

دیکھئے ابوالقاسم دلاوری دیوبندی کی کتاب: رئیس قادیان (ج ۲ ص ۳) مرزا کا رسالہ فتح اسلام (ص ۶، دوسرا نسخہ ص ۷) اور میرا مضمون: مرزا غلام احمد قادیانی کون تھا؟ (ص ۱۔۲)

الیاس گھمن نے مرزا قادیانی کے بیٹے کی کتاب سیرت المہدی (ج ۱ ص ۵۷) پر اعتماد کر کے اُس کے حوالے سے لکھا ہے:

''نکاح مولوی نذیر حسین نے پڑھایا تھا یہ ۲۷ محرم ۱۳۰۲ھ بمطابق نومبر 1894ء بروز پیر کی بات ہے...'' (...اہلحدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ ص ۱۲۱)

1894ء والی بات تو بالکل جھوٹ ہے اور اب دو باتیں ہی ممکن ہیں:

اول: یہ کمپوزنگ کی غلطی ہے۔

عرض ہے کہ دوسروں کی کمپوزنگ والی یا نادانستہ غلطیوں اور سہو کو جھوٹ کہنے والو! اپنی اس غلطی کے بارے میں کیا خیال ہے؟!

دوم: یہ الیاس گھمن کی غلطی (یا جھوٹ) ہے۔

جب جزء رفع الیدین میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ والی حدیث کا حوالہ بالکل صحیح ہے اور سابقہ

مطبوعات (Editions) میں ایسا ہی چھپا ہے تو کمپوزنگ کی غلطی کو جھوٹ قرار دینا گھمن کا بذاتِ خود بہت بڑا جھوٹ ہے۔

۳) راقم الحروف نے اخبار الفقہاء والی ایک روایت کے بارے میں لکھا تھا:

''اس کے راوی عثمان بن محمد کا تعین ثابت نہیں ہے۔ بغیر کسی دلیل کے اس سے عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک مراد لینا غلط ہے۔ اس ابن مدرک سے محمد بن حارث القیروانی کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔'' الخ (نور العینین ص ۲۰۶)

اس عبارت کو گھمن نے جھوٹ قرار دے کر اخبار الفقہاء والی غیر مستند کتاب سے دو حوالے (ص ۱۰۳، ۱۰۵) پیش کر کے تعین کرانے کی کوشش کی ہے جو کہ مردود ہے۔

تنبیہ: اگر عثمان بن محمد کا ابن مدرک کے ساتھ تعین ثابت بھی ہو جائے تو دوسرے دلائل کی رُو سے اخبار الفقہاء والی روایت مردود ہے۔ دیکھئے نور العینین (ص ۲۰۵۔ ۲۱۱)

مشہور ثقہ امام اور اہل حدیث: سلیمان بن طرخان التیمی رحمہ اللہ کے بارے میں الیاس گھمن نے لکھا ہے: ''امام ابن ابی حاتم الرازی م ۳۲۷ھ نے امام سلیمان التیمی کو ائمہ جرح و تعدیل میں ذکر کیا ہے۔''

(...اہلحدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ ص ۳۶۲ بحوالہ تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۱۴۳)

عرض ہے کہ تقدمۃ الجرح والتعدیل کے مذکورہ صفحے پر امام ابن ابی حاتم نے سلیمان التیمی کو ائمہ جرح و تعدیل میں ذکر نہیں کیا بلکہ اُن کے بارے میں امام شعبہ کا کلام نقل کیا ہے۔ اسی صفحے پر ابوبکر الہذلی کے بارے میں بھی امام شعبہ کا کلام مذکور ہے، تو کیا ابوبکر الہذلی (متروک) بھی ائمہ جرح و تعدیل میں سے تھا؟!

یہ لوگ ایسی واضح جہالتوں اور اکاذیب کے بل بوتے پر اہلِ حدیث کے خلاف نیش زنی کر رہے ہیں۔ کیا انھیں اللہ اور اُس کی پکڑ کا خوف نہیں ہے؟!

٤) راقم الحروف نے اپنے علم کے مطابق لکھا تھا:

''محمد بن حارث کی کتابوں میں ''اخبار القضاۃ والمحدثین'' کا نام تو ملتا ہے مگر ''اخبار الفقہاء

والمحد ثین'' کا نام نہیں ملتا۔ دیکھئے الاکمال لابن ماکولا (۲۶۱/۳) اور الانساب للسمعانی (۳۸۲/۲)...'' (نور العینین ص ۲۰۸)

اس بات کو بھی گھمن نے جھوٹ بنا ڈالا ہے اور لکھا ہے کہ قدیم علماء مثلاً ابن حزم، ابن عبدالبر، ابومحمد الحمیدی اور احمد بن یحییٰ الضبی وغیرہم نے اسے محمد بن حارث کی تصنیف قرار دیا ہے۔ (...تحقیقی جائزہ ص ۳۶۶۔۳۶۷ ملخصاً)

عرض ہے کہ اسے جھوٹ نہیں کہتے بلکہ میں نے اپنے علم کے مطابق بات کہی اور آپ لوگوں نے اپنی کوشش سے جذوۃ المقتبس اور بغیۃ الملتمس کے حوالے تلاش کر لئے تو اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے؟

تنبیہ: یہ دونوں کتابیں ابھی تک میرے پاس نہیں ہیں تاہم جذوۃ المقتبس مکتبہ شاملہ میں ضرور موجود ہے۔ یاد رہے کہ اخبار الفقہاء کا محمد بن حارث کی کتاب ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ یہ مطبوعہ نسخہ محمد بن حارث کا لکھا ہوا یا بیان کردہ ہی ہے۔ جب نسخے کی تکمیل کرنے والا محمد بن حارث کی وفات کے **۱۲۲** سال بعد گزرا ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ نسخہ غیر مستند اور غیر ثابت ہے۔

''گھمن اینڈ پارٹی'' کی ''خدمت'' میں عرض ہے کہ اخبار الفقہاء پر نور العینین میں میری پوری بحث پڑھ کر ہر شق کا جواب دیں، ورنہ اُن کی یہ کتاب اخبار الفقہاء اور ترکِ رفع یدین کی شاذ روایت دونوں غیر ثابت ہونے کی وجہ سے مردود ہی رہیں گی۔ ان شاء اللہ

۵) راقم الحروف نے لکھا تھا کہ ''اس ابن مدرک سے محمد بن حارث القیر وانی کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔'' (نور العینین ص ۲۰۶، نیز دیکھئے یہی مضمون فقرہ:۳)

گھمن نے اخبار الفقہاء اور قضاۃ قرطبہ للقیر وانی سے ملاقات ثابت کرنے کو کوشش کی ہے۔ فرض کریں! اگر ملاقات ثابت بھی ہو جائے تو اخبار الفقہاء چونکہ غیر مستند اور غیر ثابت کتاب ہے لہٰذا یہ حوالہ فضول ہے۔

قضاۃ قرطبہ للقیر وانی نامی کتاب میرے پاس موجود نہیں ہے لہٰذا اس کتاب کو دیکھنے کے

بعد ہی فیصلہ ہوسکتا ہے کہ کیا ابن مدرک کی صراحت کے ساتھ اس کتاب میں کوئی ذکر موجود ہے اور کیا یہ کتاب بھی اپنے مصنف سے صحیح ثابت ہے؟

معلوم ہوا کہ نورالعینین کی عبارتِ مذکورہ کو گھمن کا جھوٹ قرار دینا غلط ہے۔

گھمن اور اس کی ساری پارٹی کی ''خدمت'' میں عرض ہے کہ آپ لوگوں کا اس طرح کی حرکتوں سے راقم الحروف کے خلاف پروپیگنڈا کرنا علمی میدان میں بالکل باطل ہے۔

آیئے! میں آپ کو آپ کی خیانت اور جھوٹ والے دو حوالے بتاؤں، جن کے جواب سے آپ لوگ ہمیشہ عاجز اور بے بس رہیں گے۔ اگر علانیہ توبہ کرلیں تو یہ اچھی بات ہے۔!

۱: حافظ ابن کثیر نے فرمایا:

''راوی کی عدالت اس کی نیک شہرت اور اچھی تعریف سے ثابت ہو جاتی ہے یا جسے ائمۂ حدیث یا دو امام یا ایک (امام) قولِ راجح میں جس کی تعدیل (توثیق) کرے، اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس (امام) کے راوی سے (مجرد) روایت کرنے کے ساتھ (بھی) تعدیل ثابت ہو جاتی ہے۔[۱]'' (اختصار علوم الحدیث، قسم:۲۳)

اس پر راقم الحروف نے حاشیہ لکھا تھا:

''(۱) یہ آخری قول صحیح نہیں ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ''

(دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو:۵۵ ص ۳۷)

ابن فرقد کی ناکام توثیق ثابت کرنے کے لئے عبدالغفار... نے کمپوزنگ کی غلطیوں کے ساتھ حافظ ابن کثیر کی مذکورہ عبارت میری طرف منسوب کر کے بغیر حاشیے کے نقل کی ہے اور لکھا ہے: ''دیکھئے الحدیث ۵۵ ص ۳۷'' (دیو بندی رسالہ ''قافلۂ حق'' ج ۳ شمارہ ۴ ص ۳۲)

عبدالغفار... نے مذکورہ حاشیے کو چھپا کر اُس قوم کی یاد تازہ کر دی ہے، جن میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا تھا۔

چونکہ الیاس گھمن اس رسالے کا مدیر اعلیٰ ہے لہٰذا وہ بھی اس خیانت میں برابر کا شریک ہے۔

۲: کسی مدرسہ ''حسین بخش'' کے مدرس ''محمد وصیت'' نامی نے مجیب بن کر ایک سوال کے جواب میں ایک فتویٰ لکھا تھا:

''.....لیکن زمانہ حضرت عمرؓ میں عمرؓ کے ارشاد کے موافق بیس رکعت پر اجماع ہو گیا...''

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ص ۶۳۴)

اس فتوے کا رد کرتے ہوئے سید نذیر حسین رحمہ اللہ نے فرمایا:

''سوال مذکور کا یہ جواب جو مجیب نے لکھا ہے بالکل غلط ہے'' (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ص ۶۳۵)

دوسری طرف گھمن کے چہیتے سیف اللہ سیفی دیوبندی نے محمد وصیت تقلیدی کے فتوے کو سید نذیر حسین رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا:

''بیس تراویح پر صحابہؓ کا اجماع ہو گیا..'' (قافلۂ باطل ج ۱ شمارہ ۴ ص ۵۵)

پھر کہا: ''اس کے جواب میں آج کا غیر مقلد کہتا ہے کہ کیا میں ان کا مقلد ہوں؟''

(ایضاً ص ۵۵، اصل میں ''کو مقلد'' لکھا ہوا ہے جو کہ کمپوزنگ کی غلطی ہے۔)

دیکھئے! کتنا بڑا دھوکا اور فراڈ ہے، جس کا سیف اللہ سیفی نے ارتکاب کیا ہے اور اس رسالے کا مدیر گھمن اس جرم میں برابر کا شریک ہے۔

جس فتوے کو سید نذیر حسین محدث دہلوی نے ''بالکل غلط'' قرار دے کر رد کر دیا، اسی فتوے کو ان دیوبندیوں نے سید نذیر حسین رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

اَلَیس منکم رجل رشید؟ (۲۲/ اکتوبر ۲۰۰۹ء)

سید نذیر حسین محدّث دہلوی رحمہ اللہ

سید نذیر حسین محدّث دہلوی رحمہ اللہ کے بارے میں نور محمد مظاہری (دیوبندی) نے لکھا ہے: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت سید صاحبؒ موصوف ایک مقدس بزرگ، محترم، محدث، حامئ توحید وسنت، متبع شریعت عالم وفاضل مومن کامل تھے اور ہندوستان کے اہل حدیث جماعت کے ایک مقتدر پیشوا بلکہ اس جماعت میں ''شیخ الکل'' مانے جاتے تھے، '' (رضا خانیوں کی کفر سازیاں ص ۱۴۲، مطبوعہ: تحفظِ نظریاتِ دیوبند اکادمی. کراچی)

حافظ زبیر علی زئی

ترکِ رفع یدین کی حدیث اور محدثین کرام کی جرح

[یہ مضمون فیصل خان بریلوی کی کتاب: ''رفع یدین کے موضوع پر... محققانہ تجزیہ'' کے جواب میں لکھا گیا ہے۔]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (مدلس) کی معنعن (ترکِ رفع یدین والی) روایت کو جمہور محدثین نے ضعیف و معلول قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: نورالعینین فی مسئلۃ رفع الیدین (طبع جدید ص ۱۳۰۔۱۳۴)

بعض لوگوں نے آج کل کے دور میں ان تضعیفی اقوال میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، لہٰذا ان مشککین کے شکوک و شبہات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱) امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ نے کہا: ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی (طرف منسوب یہ) حدیث ثابت نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۵۶) نیز دیکھئے نورالعینین (ص ۱۳۰)

بعض الناس نے اس جرح کو سفیان ثوری والی حدیث سے ہٹانے کی کوشش کی ہے، حالانکہ محدثین کرام نے اسے سفیان ثوری کی حدیث سے متعلق ہی قرار دیا ہے۔ دیکھئے نورالعینین (ص ۱۳۰)

ایک شخص نے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ امام ابن المبارک سے اس جرح کا راوی سفیان بن عبدالملک، اُن کا قدیم شاگرد ہے اور خود متاخر شاگرد سوید بن نصر کی روایت میں ابن المبارک نے یہ حدیث بیان کی تھی لہٰذا یہ جرح قدیم اور مرجوح ہے۔

عرض ہے کہ (صحیحین کے علاوہ) عام غیر مشترط بالصحۃ کتابوں میں مجرد روایت کرنا کسی حدیث کی تصحیح نہیں ہوتا۔ مثلاً:

۱: مسند احمد (۲۵۳/۴) میں ایک روایت ہے: ''**من باع الخمر فلیشقص الخنازیر**''

اس کے راوی عمر بن بیان کے بارے میں امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا تو انھوں نے

فرمایا:'' لا أعرفه ''میں اُسے نہیں جانتا۔ (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۲/۷ رقم ۱۳۶۶)

۲: مسند احمد(۶/۷)میں دوید عن أبي سهل عن سليمان بن رومان إلخ ایک روایت ہے،جس کے بارے میں امام احمد نے فرمایا:'' هذا حديث منكر '' یہ منکر حدیث ہے۔ (المنتخب من العلل للخلال ص ۴۴ ح ۵)

۳: سالم عن ثوبان کی روایت میں آیا ہے کہ'' استقيموا لقريش ما استقاموا لكم ''

(مسند احمد ۵/۲۷۷)

اس کے بارے میں امام احمد نے فرمایا:'' ليس بصحيح ، سالم بن أبى الجعد لم يلق ثوبان '' صحیح نہیں ہے،سالم بن ابی الجعد نے ثوبان سے ملاقات نہیں کی۔

(السنۃ للخلال:۸۲ وسندہ حسن،المنتخب من العلل للخلال ص ۱۶۲ ح ۸۲)

اس طرح کی دوسری مثالوں کے لئے دیکھئے حافظ ابن القیم کی کتاب: الفروسیہ .

لہٰذا امام ابن المبارک کا سوید بن نصر کی روایت میں اس حدیث کو بیان کرنا اس حدیث کی تصحیح نہیں ہے اور نہ کسی خیالی موہوم رجوع کی دلیل ہے۔

زیلعی حنفی نے ابن القطان (الفاسی) کی کتاب الوہم والایہام سے نقل کیا ہے کہ

'' ذكر الترمذي عن ابن المبارك أنه قال: حديث وكيع لا يصح... ''إلخ

ترمذی نے ابن المبارک سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا: وکیع کی حدیث صحیح نہیں ہے...

(نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۹۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ابن المبارک کی جرح اُسی روایت پر ہے، جسے امام وکیع نے سفیان ثوری سے بیان کیا تھا لہٰذا بعض الناس کا اس جرح کو طحاوی والی روایت پر فٹ کر دینا غلط ہے۔

اگر کوئی کہے کہ مغلطائی حنفی ، ابن دقیق العید مالکی شافعی ،عینی حنفی ، ابن الترکمانی حنفی اور ابن القطان الفاسی المغربی وغیرہم نے امام ابن المبارک کی اس جرح کے جوابات دیئے ہیں۔تو عرض ہے کہ یہ سارے جوابات مردود اور باطل ہیں۔

۲) امام شافعی رحمہ اللہ نے ترک رفع الیدین کی احادیث کو رد کر دیا کہ یہ ثابت نہیں ہیں۔
دیکھئے کتاب الام (۷/۲۰۱) اور نور العینین (ص ۱۳۱)

اگر کوئی کہے کہ یہ مبہم الفاظ کی جرح ہے، جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

تو عرض ہے کہ یہ بعض الناس کے نزدیک مبہم ہو کر رد ہو گی، ہمارے نزدیک دو وجہ سے یہ جرح مقبول ہے:

اول: یہ اصولِ حدیث کے مطابق ہے، کیونکہ مدلس کی معنعن (عن والی) روایت ضعیف ہوتی ہے۔

دوم: یہ جمہور محدثین کے مطابق ہے۔

اگر کوئی کہے کہ ابن الترکمانی نے حدیث مذکور کے بارے میں طحاوی کی تصحیح نقل کی ہے تو عرض ہے کہ طحاوی نے (بقولِ ابن الترکمانی) الرد علی الکرابیسی (نامی کتاب) میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب موقوف روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۹)

لہٰذا سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس روایت کے بارے میں اُن کی تصحیح ثابت نہیں ہے۔ یاد رہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایت کو طحاوی کا صحیح کہنا جمہور محدثین کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔

ایک شخص (فیصل خان بریلوی) نے لکھا ہے:

"کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بعد والا قول بھی یہی ہے کہ ان دونوں حضرات سے (حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) ترک رفع یدین ثابت ہے۔"

(رفع یدین کے موضوع پر..... محققانہ تجزیہ ص ۱۰۷)

عرض ہے کہ یہ اس شخص کا کالا جھوٹ ہے۔

فائدہ: محمد بن عبدالباقی الزرقانی نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث کے بارے میں موطأ امام مالک کی شرح میں کہا: "**و رده الشافعي بأنه لم يثبت**" اور شافعی نے اسے رد کر دیا کہ بے شک یہ ثابت نہیں ہے۔ (ج ۱ ص ۱۵۸)

جو لوگ چار اماموں کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ چار مذہب برحق ہیں۔ اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ جس حدیث کو امام شافعی اور امام احمد (دو اماموں) نے ضعیف وغیرہ قرار دے کر رد کر دیا ہو اور باقی دو اماموں میں سے کسی ایک سے بھی اس حدیث کو صحیح کہنا ثابت نہ ہو تو آپ لوگ کس طرح اس روایت کو پیش کرتے ہیں؟

اگر ہمت ہے تو امام ابو حنیفہ سے ترکِ رفع یدین والی اس حدیث کا صحیح ہونا باسند صحیح ثابت کر دیں۔!!

۳) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے سفیان ثوری کی روایتِ مذکورہ پر کلام کیا ہے۔
دیکھئے مسائل احمد (روایت عبداللہ بن احمد ۱/۲۴۰ فقرہ: ۳۲۶) اور نور العینین (ص ۱۳۱)

اگر کوئی کہے امام احمد نے راویوں پر کوئی کلام نہیں کیا تو عرض ہے کہ انھوں نے روایت پر کلام کر کے اسے رد کر دیا اور رفع یدین کے عمل کو اختیار کیا ہے۔ امام ابوداود نے فرمایا:
میں نے (امام) احمد کو دیکھا ہے۔ وہ رکوع سے پہلے اور بعد میں شروع نماز کی طرح کانوں تک رفع یدین کرتے تھے اور بعض اوقات شروع نماز والے رفع یدین سے ذرا نیچے (یعنی کندھوں تک)

احمد سے کہا گیا: ایک شخص رفع یدین کے بارے میں نبی ﷺ کی یہ احادیث سنتا ہے اور پھر بھی رفع یدین نہیں کرتا تو کیا اس کی نماز پوری ہو جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا: پوری نماز ہونے کا تو مجھے علم نہیں ہے، ہاں وہ فی نفسہ ناقص نماز والا ہے۔

(مسائل ابی داود ص ۳۳، نور العینین ص ۱۷۹، ۱۸۰)

اگر امام احمد ترکِ رفع یدین والی روایت کو ضعیف و مردود نہ سمجھتے تو ترکِ رفع یدین والی نماز کو ناقص کبھی نہ کہتے۔

دوسرے یہ کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے علم میں ترکِ رفع الیدین والی نماز کا پورا ہونا نہیں تھا، گویا آپ ایسی نماز کو مشکوک اور خلافِ سنت سمجھتے تھے۔

اگر کوئی کہے کہ (متاخرین میں سے) قاضی شوکانی نے کہا ہے: مسند احمد کی ہر حدیث

مقبول ہے۔ (نیل الاوطار ۱/ ۲۰)

تو عرض ہے کہ قاضی شوکانی کی یہ بات باطل ہے اور یہ حنفیہ وآلِ تقلید کو بھی تسلیم نہیں ہے۔

مسند احمد (۵/ ۳۲۲، ۳۱۶) کی ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ صبح کی نماز کے بعد نبی ﷺ نے اپنے مقتدیوں سے فرمایا: سورۂ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھو کیونکہ جو شخص سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اُس کی نماز نہیں ہوتی۔ دیکھئے الکواکب الدریہ (ص ۵۸)

یہ روایت وہی ہے جو فاتحہ خلف الامام میں حنفیہ اور آلِ تقلید کے تمام ''دلائل'' وشبہات کو ختم کر دیتی ہے اور اس روایت سے تقلیدیوں کو بہت چڑ ہے لہٰذا کبھی محمد بن اسحاق بن یسار پر جرح کرتے ہیں اور کبھی مکحول کی تدلیس کا رجسٹر کھول بیٹھتے ہیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر مسند احمد کی ہر حدیث مقبول ہے تو یہ حدیث کیوں غیر مقبول ہے؟

اگر کوئی کہے کہ نور العینین میں امام احمد کے سلسلے میں جزء رفع الیدین کا حوالہ پیش کرنا علمی زیادتی اور تحریف ہے تو عرض ہے کہ یہ معترض بذاتِ خود محرّف اور علمی زیادتی کا مرتکب ہے۔

اگر کوئی کہے کہ ''امام احمد کو اس حدیث کے جارحین میں شمار کرنا غلط اور مردود ہے۔''

تو عرض ہے کہ کیوں؟ کیا وہ ترکِ رفع یدین والی اس روایت کو صحیح کہتے تھے؟ سبحان اللہ!

۴) روایتِ مذکورہ کے بارے میں امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا: یہ خطا (غلط) ہے...الخ

(علل الحدیث ۱/ ۹۶ ح ۲۵۸، نور العینین ص ۱۳۱)

اگر کوئی کہے کہ ابو حاتم متشدد متعنت تھے اور جرح چند وجوہات کی بنا پر صحیح نہیں ہے۔!

تو عرض ہے کہ یہ جرح کئی لحاظ سے صحیح ہے مثلاً:

اول: جمہور محدثین کے مطابق ہے لہٰذا تشدد کا یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوم: سفیان ثوری مدلس تھے اور اس روایت کی کسی سند میں اُن کے سماع کی تصریح موجود نہیں ہے۔

اگر کوئی کہے کہ ابو حاتم الرازی نے سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی اثبات رفع یدین

والی روایت پر جرح کی ہے تو یہ جرح کیوں قبول نہیں ہے؟

عرض ہے کہ سیدنا ابو حمید رضی اللہ عنہ کی روایت کو جمہور محدثین نے صحیح قرار دیا ہے اور اصولِ حدیث کی رُو سے بھی صحیح ہے لہٰذا اس پر اگر ابو حاتم رحمہ اللہ نے کوئی جرح کی ہے تو جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابلِ قبول نہیں ہے۔ رہی سفیان ثوری والی معنعن روایت تو اُس پر جرح اصولِ حدیث اور جمہور محدثین کی موافقت کی وجہ سے مقبول ہے۔

اگر کوئی کہے کہ ابو حاتم الرازی نے سفیان کی تدلیس کا اعتراض نہیں اُٹھایا تو عرض ہے کہ انھوں نے روایتِ مذکورہ کو خطا قرار دیا ہے اور روایت پر محدثین کی جرح نقل کرنے میں یہی حوالہ کافی وشافی ہے۔

۵) امام دارقطنی نے ترکِ رفع یدین والی روایت مذکورہ کو غیر محفوظ قرار دیا۔

(کتاب العلل ۱۷۳/۵، نور العینین ص ۱۳۱)

اگر کوئی کہے کہ امام دارقطنی نے اس حدیث کے بارے میں ''**و إسناده صحيح** '' إلخ کہا ہے۔ (دیکھئے کتاب العلل ۱۷۲/۵)

تو عرض ہے کہ امام دارقطنی نے عبداللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب والی روایت کو ''**و إسناده صحيح** '' کہا ہے۔ (دیکھئے کتاب العلل ج ۵ ص ۱۷۲) اور اس روایت میں دوبارہ رفع یدین نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

انھوں نے اس کے بعد ثوری والی روایت کو ''**ليست بمحفوظة** '' یعنی غیر محفوظ (ضعیف) قرار دیا ہے۔ (ایضاً ص ۱۷۲، ۱۷۳)

لہٰذا یہ کہنا کہ امام دارقطنی ترکِ رفع یدین والی حدیث کو صحیح کہتے تھے، غلط ہے۔

اگر کوئی کہے کہ احناف کا دعویٰ ''**ثم لا يعود** '' کے بغیر بھی ثابت اور محفوظ ہے تو عرض ہے کہ ان الفاظ یا اس مفہوم کی نفی کے بغیر یہ دعویٰ سرے سے ہی ختم ہے لہٰذا نہ ثابت ہے اور نہ محفوظ ہے۔

٦) امام ابن حبان نے ترکِ رفع یدین والی روایتِ مذکورہ کو ضعیف اور باطل قرار دیا۔

دیکھئے نور العینین (ص ۱۳۱)

اس کے جواب میں بعض الناس نے تین اعتراض کئے ہیں:

اول: جرح مبہم ہے۔

عرض ہے کہ یہ جرح اصولِ حدیث اور جمہور محدثین کے مطابق ہے لہٰذا مقبول ہے۔

دوم: حافظ ابن حجر اور حافظ ابن حبان کے درمیان سند موجود نہیں ہے۔

عرض ہے کہ یہ کتاب سے روایت ہے اور کتاب سے روایت اصولِ حدیث کی رُو سے جائز ہے۔

سوم: حافظ ابن حبان سے کتاب الصلوٰۃ منقول نہیں ہے۔

عرض ہے کہ حافظ ابن حبان کی کتاب الصلوٰۃ (صفة الصلوٰة ، وصف الصلوٰة بالسنة) کا ذکر درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

البدر المنير لابن الملقن (۲۸۳/۱، ۴۷۲/۲، ۴۹۴/۳ وغیرہ)

طرح التثريب في شرح التقريب لأبي زرعة ابن العراقي (۱۰۲/۱)

تهذيب السنن لابن القيم (۳۶۸/۱ ح ۷۱۹)

اتحاف المهرة لابن حجر العسقلاني (۲۳۵/۱ ح ۸۳، وغیرہ)

التلخيص الحبير (۲۱۶/۱، ۲۱۷ ح ۳۲۳، ۳۲۴)

معجم البلدان لياقوت الحموي (۴۱۸/۱)

مغنی المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج للخطيب الشربيني (۲۶۱/۱، بحوالہ المكتبة الشاملة) وغیرہ

بلکہ حافظ ابن حبان نے اپنی صحیح ابن حبان میں اپنی کتاب: صفة الصلوة کا علیحدہ ذکر کیا ہے۔ دیکھئے الاحسان (ج ۵ ص ۱۸۴ ح ۱۸۶۷، دوسرا نسخہ ح ۱۸۶۴)

ان حوالوں کے باوجود کسی لاعلم شخص کا یہ قول: ''میری تحقیق میں حافظ ابن حبان رحمہ اللہ سے کتاب صلوٰۃ منقول نہیں ہے۔'' کیا حیثیت رکھتا ہے؟!

۷) امام ابوداود نے سفیان ثوری کی ترکِ رفع یدین والی حدیث کے بارے میں فرمایا:
یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ (سنن ابی داود: ۷۴۸ ملخصاً، نور العینین ص ۱۳۱، ۱۳۲)

بعض دیوبندیوں اور بریلویوں نے اس جرح کے ثبوت میں شک و شبہ ڈالنے کی کوشش کی تھی، جس کا مسکت جواب نور العینین میں دے دیا گیا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ''امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''التنقیح کتاب التحقیق فی احادیث تعلیق'' پر امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی اس جرح کے الفاظ نقل نہیں کیے...'' (دیکھئے محققانہ تجزیہ ص ۲۱)

تو عرض ہے کہ حافظ ذہبی کا التنقیح (۲۱۸/۱) میں یہ جرح نقل نہ کرنا اس کی دلیل نہیں کہ امام ابوداود سے یہ الفاظ ثابت ہی نہیں ہیں۔

یاد رہے کہ حافظ ابن عبدالہادی نے امام ابوداود کی اس جرح کو اپنی کتاب التنقیح (ج ا ص ۲۷۸) میں نقل کر رکھا ہے اور عدمِ ذکر پر اثبات مقدم ہوتا ہے۔

اگر کوئی شخص مغلطائی کے حوالے سے یہ کہے کہ ابوداود کی اس جرح کو ابن العبد (قدیم شاگرد) نے نقل کیا ہے۔

تو عرض ہے کہ مغلطائی کا ثقہ ہونا معلوم نہیں ہے، بلکہ جلیل القدر حفاظِ حدیث نے اس پر جرح کی ہے۔ دیکھئے نور العینین (طبع جدید ص ۸۷)

دوسرے یہ کہ اس جرح کو حافظ ابن عبدالبر نے کتاب التمہید میں نقل کیا ہے، اور المکتبۃ الشاملہ کے مطابق انھوں نے امام ابوداود کی مرویات کو درج ذیل راویوں سے بیان کیا ہے:

۱: محمد بن بکر التمار (ابن داسہ) عام روایات اسی راوی سے ہیں، گویا کہ ابن عبدالبر نے سنن ابی داود انھی سے روایت کی ہے۔ واللہ اعلم

۲: ابن الاعرابی

۳: اسماعیل بن محمد الصفار

بعض اقوال مقطوعہ کے دوسرے راوی بھی ہیں، جن کا ہماری اس تحقیق سے کوئی تعلق

نہیں ہے۔ مجھے ابن العبد (راوی) کی ایک روایت بھی التمہید میں نہیں ملی، جسے انھوں نے ابوداود سے بیان کیا ہو۔

معلوم ہوا کہ حافظ ابن عبدالبر نے امام ابوداود سے جو جرح نقل کی ہے، وہ ابن العبد کی سند سے نہیں ہے لہٰذا بعض الناس کا یہ کہنا کہ امام ابوداود نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر جرح سے رجوع کرلیا تھا، باطل اور مردود ہے۔

اگر ایک روایت یا قول بعض نسخوں میں موجود نہ ہو اور بعض یا ایک نسخے میں موجود ہو تو پھر یہ تحقیق کی جاتی ہے کہ یہ نسخہ قابلِ اعتماد ہے یا نہیں؟ اگر قابلِ اعتماد ہونا ثابت ہو جائے تو پھر ثقہ کی زیادت کے اصول سے اس روایت یا قول کو موجود تسلیم کیا جاتا ہے۔ امام ابوداود کی جرح کو ابن الجوزی، ابن عبدالبر، ابن عبدالہادی اور ابن حجر العسقلانی وغیرہم متعدد علماء نے نقل کیا ہے لہٰذا اس جرح کے ثبوت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

۸) حافظ ابن حجر نے سفیان ثوری والی حدیثِ ترک رفع الیدین کے بارے میں لکھا ہے کہ ''**وقال أحمد بن حنبل و شيخه يحيى بن آدم : هو ضعيف** '' احمد بن حنبل اور ان کے استاذ یحییٰ بن آدم نے کہا: وہ (حدیث) ضعیف ہے۔ (التلخیص الحبیر ۲۲۲/۱ ح ۳۲۸)

اگر کوئی کہے کہ جرح کے الفاظ نقل کریں، تو عرض ہے کہ ہم نے الفاظ نقل کر دیئے ہیں۔ نیز دیکھئے البدر المنیر (۴۹۲/۳)

۹) مشہور ثقہ وصدوق حسن الحدیث تخطئ محدث البزار نے حدیثِ ترک پر جرح کی۔ دیکھئے التمہید (۲۲۰/۹، ۲۲۱) اور نور العینین (ص ۱۳۳)

یہ ضروری نہیں ہے کہ جس وجہ سے محدث بزار نے جرح کی تھی، ہم بھی اس وجہ سے سو فیصد متفق ہوں، لیکن یہ بات تو ثابت ہے کہ انھوں نے روایتِ مذکورہ پر جرح کی ہے لہٰذا وہ اس روایت کے جارحین میں سے ہیں۔

بعض الناس نے میرے بارے میں یہ جھوٹ بولا ہے کہ میں محدث بزار کی توثیق کا قائل نہیں ہوں۔ یقیناً انھیں ایک دن اس جھوٹ کا حساب دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ

۱۰) ترکِ رفع یدین کی ضعیف ومردود روایات **''ثم لا یعود''** وغیرہ یا اس مفہوم کے الفاظ سے مروی ہیں، جنھیں محمد بن وضاح نے ضعیف کہا۔ (دیکھئے التمہید ۹/۲۲۱، نور العینین ص ۱۳۳)

اگر کوئی کہے کہ محمد بن وضاح نے صرف **''ثم لا یعود''** کے الفاظ والی روایات کو ضعیف کہا تھا، دوسری روایات کو نہیں تو عرض ہے کہ ابن وضاح سے کسی ایک ایسی روایت کی تصحیح یا تحسین نقل کردیں جس سے ترکِ رفع یدین ثابت ہوتا ہو۔!

اگر نہ کر سکیں تو عرض ہے کہ الفاظ جو بھی ہوں، اُن کے نزدیک ترکِ رفع یدین کی تمام روایات ضعیف ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص مارا گیا، دوسرا کہے: فلاں شخص قتل ہو گیا۔

تو کیا الفاظ کی تبدیلی سے مفہوم میں فرق ہے؟ کچھ تو غور کریں!

۱۱) امام بخاری نے اعلان کیا کہ علماء کے نزدیک ترک رفع یدین کا علم نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ (جزء رفع الیدین:۴۰)

اور مزید فرمایا: اور نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی ایک سے بھی یہ ثابت نہیں کہ وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ الخ (جزء رفع الیدین:۷٦)

اسی طرح انھوں نے سفیان ثوری والی روایت پر کلام کیا اور ابن ادریس کی روایت کو محفوظ قرار دیا۔ دیکھئے جزء رفع الیدین (۳۳،۳۲)

ایسی تصریحات وغیرہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے علامہ نووی شافعی وغیرہ نے کہا کہ بخاری نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے المجموع شرح المہذب (۳/۴۰۳)

اگر کوئی کہے کہ آپ نے امام بخاری کی جرح نقل نہیں کی لہٰذا امام بخاری کا نام جارحین میں نقل کرنا غلط اور باطل ہے۔!

تو مؤدبانہ عرض ہے کہ کیا امام بخاری کو ترک رفع یدین کی روایت کے مصححین میں شامل کرنا چاہئے (!) اور یہ بھی بتائیں کہ انھوں نے جزء رفع الیدین کیوں لکھی تھی؟!

۱۲) ابن القطان الفاسی نے روایتِ مذکور کی زیادت (دوبارہ نہ کرنے کو) خطا قرار دیا۔

(نصب الرایہ ۱/۳۹۵، نور العینین ص ۱۳۳)

"ثم لا یعود" وغیرہ الفاظِ ترک کے بغیر (امام عبداللہ بن ادریس کی) مطلق حدیث اگر صحیح ہو تو اس سے حنفیہ اور آلِ تقلید کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

معلوم ہوا کہ جارحین میں ابن القطان الفاسی کا نام صحیح ہے۔

۱۳) عبدالحق اشبیلی نے روایتِ مذکورہ کے بارے میں فرمایا: یہ صحیح نہیں ہے۔

(الاحکام الوسطیٰ ۱/ ۳٦۷، نور العینین ص ۱۳۳)

اگر کوئی کہے کہ یہ جرح مبہم ہے تو عرض ہے کہ یہ جرح دو وجہ سے بالکل صحیح ہے:

اول: روایتِ مذکورہ سفیان ثوری کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دوم: یہ جرح جمہور محدثین کے مطابق ہے لہٰذا اسے جرح مبہم کہہ کر رد کر دینا غلط اور باطل ہے۔

۱۴) ترکِ رفع الیدین والی روایتِ مذکورہ کو حافظ ابن حجر کے استاذ ابن الملقن نے ضعیف کہا۔ (البدر المنیر ۳/ ٤۹۲، نور العینین ص ۱۳۳)

جمہور محدثین کے مطابق اس جرح کو بعض الناس کا جرح مبہم کہہ کر رد کر دینا غلط ہے۔

۱۵) حاکم نیشاپوری نے "**ثم لم یعد**" کے الفاظ کو غیر محفوظ (یعنی ضعیف) قرار دیا۔

(الخلافیات للبیہقی بحوالہ البدر المنیر ۳/ ٤۹۳، نیز دیکھئے مختصر الخلافیات للبیہقی تالیف ابن فرح الاشبیلی ج ۱ ص ۳۷۸، ۳۷۹)

بعض الناس نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا: "حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر علمائے کرام اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اعتراضات نقل کر کے اسکا تفصیلی رد لکھا ہے۔"

(دیکھئے محققانہ تجزیہ ص ۱۲۰)

حالانکہ حافظ ابن القیم نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین سے منع والی ساری احادیث باطل ہیں، ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے مثلاً حدیث ابن مسعود... **فصلّی فلم یرفع یدیه إلا فی أول مرة ... إلخ**

(المنار المنیف ص ۱۳۷، فقرہ: ۳۰۹، ۳۱۰)

۱۶) علامہ نووی (شافعی) نے روایتِ مذکورہ کے بارے میں کہا:

اس حدیث کے ضعیف ہونے پر (ترمذی کے علاوہ تمام متقدمین کا) اتفاق ہے۔

دیکھئے خلاصۃ الاحکام (۱/۳۵۴ ح ۱۸۰، نور العینین ص ۱۳۳)

بعض الناس نے لکھا ہے کہ ''امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دعویٰ اجماع صحیح نہیں جب کہ جمہور محدثین کرام اس حدیث کی تصحیح کے قائل ہیں۔''

عرض ہے کہ یہ بات بالکل جھوٹ ہے۔ متقدمین میں سے امام ترمذی کے علاوہ کسی ایک محدث سے روایتِ مذکورہ کی تصحیح صراحتاً ثابت نہیں ہے۔

۱۷) حافظ ابن القیم نے دارمی سے نقل کیا کہ انھوں نے روایتِ مذکورہ کو ضعیف قرار دیا۔

(تہذیب السنن ۲/۴۴۹، دوسرا نسخہ ۱/۳۶۸)

مجھے یہ حوالہ باسند صحیح نہیں ملا۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۳۳)

جو لوگ کتابوں سے بے سند حوالے پیش کرتے رہتے ہیں مثلاً کتبِ فقہ سے امام ابو حنیفہ کے حوالے تو اُن کی شرط پر درج بالا حوالہ پیش کرنا صحیح ہے۔

۱۸) حافظ ابن القیم اور نووی نے محدث بیہقی سے نقل کیا کہ انھوں نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا۔ (دیکھئے تہذیب السنن ۲/۴۴۹، اور شرح المہذب ۳/۴۰۳)

مجھے یہ حوالہ بھی باسند صحیح نہیں ملا۔ دیکھئے نور العینین (ص ۱۳۳)

ویسے اصل کتاب الخلافیات دیکھنے کے بعد ہی اس حوالے کو چیک کیا جا سکتا ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ کتاب ابھی تک کامل حالت میں شائع نہیں ہوئی۔ نیز دیکھئے فقرہ نمبر ۱۷

۱۹) ثم لا یعود (وغیرہ) الفاظ کے ساتھ ترکِ رفع یدین کی جو حدیث مروی ہے، امام محمد بن نصر المروزی نے ان الفاظ کی تضعیف پر خاص توجہ دی۔

دیکھئے بیان الوہم والایہام (۳/۳۶۵، ۳۶۶)

اور ظاہر ہے کہ چار پائی پر جس طرف سے بھی لیٹا جائے، کمر درمیان میں ہی رہتی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ امام محمد بن نصر المروزی کا نام جارحین میں صحیح نہیں ہے۔ تو عرض ہے کہ

کیوں؟ کیا وہ ترکِ رفع الیدین کی روایتِ مذکورہ کو صحیح کہتے تھے؟ حوالہ پیش کریں!!

۲۰) ابن قدامہ المقدسی نے ترکِ رفع یدین والی روایتِ مذکورہ کو ضعیف کہا۔

(المغنی ۱/۲۹۵ مسئلہ: ۶۹۰، نور العینین ص ۱۳۴)

ان کے علاوہ دوسرے حوالے بھی تلاش کئے جا سکتے ہیں مثلاً جو لوگ سکوت کو رضامندی کی دلیل سمجھتے ہیں، اُن کے نزدیک وہ علماء بھی اس روایت کے جارحین میں شامل ہیں جنھوں نے روایتِ مذکورہ پر جرح نقل کر کے سکوت کیا ہے۔ مثلاً صاحبِ مشکوٰۃ وغیرہ

ان جارحین میں سے اگر بعض کے نام خارج کر دیئے جائیں، تب بھی یہ جمہور محدثین وعلماء تھے جو روایتِ مذکورہ کو الفاظِ ترک کے ساتھ ضعیف وغیر محفوظ وغیرہ سمجھتے تھے۔

ان کے مقابلے میں صرف امام ترمذی کا حسن کہنا اور پانچویں صدی کے حافظ ابن حزم کا صحیح کہنا دو وجہ سے غلط ہے:

اول: جمہور کے خلاف ہے۔ دوم: اصولِ حدیث کے خلاف ہے۔

اصولِ حدیث کا یہ مسئلہ ہے کہ غیر صحیحین میں مدلس کی معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے۔ بہت سے علماء نے امام ترمذی اور حافظ ابن حزم دونوں کو متساہل بھی کہا ہے۔

مثلاً دیکھئے ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل للذہبی (ص ۱۵۹، یا ص ۲) اور المتکلمون فی الرجال للسخاوی (ص ۱۳۷)

متعدد بریلوی و دیوبندی ''علماء'' نے بھی امام ترمذی کو متساہل قرار دیا ہے اور حافظ ابن حزم سے تو انھیں خاص دشمنی ہے۔

تعجب ہے کہ اصولِ حدیث اور جمہور محدثین کے خلاف صرف ترمذی کی تحسین اور ابن حزم کی تصحیح کو یہاں قبول کیا جاتا ہے۔! کیا کوئی ہے جو انصاف کرے؟!

رفع الیدین قبل الرکوع و بعدہ کے مسئلے پر تفصیل کے لئے امام بخاری کی کتاب: جزء رفع الیدین اور میری کتاب نور العینین فی اثبات مسئلہ رفع الیدین کا مطالعہ کریں۔

ان شاء اللہ حق واضح ہو جائے گا۔ وما علینا إلا البلاغ (۱۷/ستمبر ۲۰۰۹ء)

حافظ زبیر علی زئی

امام عبدالعزیز بن محمد الدراوردی المدنی رحمہ اللہ اور جمہور کی توثیق

امام ابومحمد عبدالعزیز بن محمد بن عبید الدراوردی المدنی رحمہ اللہ (متوفی ١٨٧ھ) کے بارے میں محدثین کرام کا جرح وتعدیل میں اختلاف ہے۔ اس اختلاف کو فیصلہ کن طور پر حل کرنے کے لئے سب سے پہلے امام عبدالعزیز الدراوردی کی توثیق وتعدیل کے حوالے پیشِ خدمت ہیں:

١) اسماء الرجال کے مشہور امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: آپ کے نزدیک سلیمان بن بلال زیادہ محبوب ہیں یا دراوردی؟ تو انھوں نے فرمایا: "**سلیمان و کلاھما ثقة**" سلیمان (زیادہ محبوب ہیں) اور دونوں ثقہ ہیں۔ (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ٣٨٩)

امام ابوبکر بن ابی خیثمہ کی روایت ہے کہ (امام) ابن معین نے فرمایا:

"**الدراوردي صالح، ليس به بأس**" (کتاب الجرح والتعدیل ٥/٣٩٦ وسندہ صحیح)

امام یحییٰ بن معین نے کہا: میں جس کو **ليس به بأس** کہوں تو وہ ثقہ (ہوتا) ہے۔

(الکفایہ للخطیب ص ٢٢ وسندہ صحیح، تاریخ ابن ابی خیثمہ ص ٥٩٢ ح ١٤٢٣، وسندہ صحیح)

٢) امام ابوالحسن العجلی رحمہ اللہ نے کہا: "(**مدني**) **ثقة**" (تاریخ العجلی: ١٠١٦)

٣) امام مالک اور دراوردی کے شاگرد مصعب بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن الزبیر القرشی الاسدی الزبیری رحمہ اللہ (متوفی ٢٣٦ھ) نے کہا: "**مالك بن أنس يوثق الدراوردي**" مالک بن انس دراوردی کو ثقہ کہتے تھے۔

(کتاب الجرح والتعدیل ٥/٣٩٥ وسندہ صحیح)

٤) اسماء الرجال کے دوسرے مشہور امام علی بن المدینی نے فرمایا:

”هو عندنا ثقة ثبت“ وہ ہمارے نزدیک ثقہ ثبت (اعلیٰ درجے کے ثقہ) ہیں۔

(سوالات محمد بن عثمان بن ابی شیبہ الصدوق: ۱۶۰)

۵) امام بخاری نے (میرے علم کے مطابق) عبدالعزیز الدراوردی سے صحیح بخاری میں چودہ (۱۴) روایتیں لی ہیں یا متابعات میں ذکر کیا ہے:

صحیح بخاری: ح ۵۲۸، ۱۶۰۷، ۲۰۱۸، ۲۵۱۹، ۳۸۸۵، ۴۲۴۶-۴۲۴۷، ۴۷۹۸، ۴۸۹۸، ۵۵۰۷، ۶۳۵۸، ۶۵۶۴، ۶۹۸۹، ۷۰۴۵، ۷۳۹۸ .

فائدہ: امام بخاری نے امام حماد بن سلمہ سے صحیح بخاری میں استشہاد کیا ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے محمد بن طاہر المقدسی (متوفی ۵۰۷ھ) نے کہا: ”**بل استشهد به في مواضع ليبين أنه ثقة**“ بلکہ انھوں (بخاری) نے کئی مقامات پر اس کے ساتھ استشہاد کیا تاکہ یہ بیان کر دیں کہ وہ ثقہ ہیں۔ (شروط الائمۃ الستہ ص ۱۸، یا ص ۲)

دوسرے دلائل کو مدِنظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا کہ امام بخاری جس راوی کی روایت صحیح بخاری میں لائیں، اور اُس پر اُن کی جرح ثابت نہ ہو تو وہ اُن کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے۔

۶) امام مسلم نے (میرے علم کے مطابق) صحیح مسلم میں عبدالعزیز الدراوردی سے ساٹھ (۶۰) روایتیں بیان کی ہیں:

صحیح مسلم: ح ترقیم دارالسلام ۱۲۶، ۱۵۱، ۱۸۰، ۲۰۶، ۳۱۰، ۳۱۲، ۶۶۰، ۷۵۴، ۸۱۳، ۹۳۳، ۹۸۶، ۱۳۹۸، ۱۸۴۷، ۲۰۲۷، ۲۱۲۴، ۲۱۳۳، ۲۱۸۲، ۲۲۴۹، ۲۲۵۲، ۲۲۹۳، ۲۶۱۱، ۲۷۱۲، ۲۷۷۰، ۳۳۱۳، ۳۳۳۵، ۳۳۵۲، ۳۳۶۹، ۳۴۸۹، ۳۷۶۱، ۴۲۴۱، ۴۲۴۴، ۴۲۴۹، ۴۴۷۸، ۴۴۸۷، ۴۷۷۰، ۴۹۶۰، ۵۲۱۷، ۵۳۲۰، ۵۳۷۸، ۵۵۴۷، ۵۵۶۴، ۵۶۶۱، ۵۶۹۹، ۶۲۴۷، ۶۴۲۳، ۶۵۳۵، ۶۵۳۷، ۶۵۴۵، ۶۶۹۸، ۶۷۰۶، ۶۷۰۸، ۶۷۴۰، ۶۷۶۱، ۶۹۹۹، ۷۱۲۲، ۷۲۰۵، ۷۳۰۷، ۷۳۰۸، ۷۴۱۷، ۷۴۸۲.

چونکہ امام مسلم سے عبدالعزیز الدراوردی پر کوئی جرح ثابت نہیں لہٰذا وہ امام مسلم کے نزدیک ثقہ وصدوق تھے۔ حاکم نے کہا: (امام) مسلم نے عبدالعزیز بن محمد کے ساتھ حجت

پکڑی (یعنی اُن سے بطورِ حجت روایت لی) ہے۔ (المستدرک ۱/۲۰۵ ح ۷۳۸)

۷) امام ترمذی نے عبدالعزیز بن محمد کی روایت بیان کرنے کے بعد فرمایا:

''**هذا حديث حسن صحيح**'' (سنن الترمذی:۷۵)

معلوم ہوا کہ وہ امام ترمذی کے نزدیک ثقہ وصدوق تھے۔

نیز دیکھئے سنن الترمذی (۹۴۸...وغیرہ)

۸) امام ابوعوانہ الاسفرائنی نے صحیح ابی عوانہ میں عبدالعزیز الدراوردی سے روایت بیان کی ہے۔ (دیکھئے مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۳۵ ح ۸۱)

۹) امام ابن خزیمہ نے عبدالعزیز بن محمد کی روایت سے صحیح ابن خزیمہ میں حجت پکڑی۔

(دیکھئے ج ۱ ص ۳۸۱ ح ۷۷۸ وغیرہ)

۱۰) امام ابن الجارود نے اپنی مشہور کتاب المنتقیٰ میں عبدالعزیز بن محمد کی روایت سے استدلال کیا۔ دیکھئے المنتقیٰ (ح ۴۶۰)

اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے ایک روایت کے بارے میں کہا:

''و أورد هذا الحديث ابن الجارود فى المنتقى فهو صحيح عنده فإنه لا يأتي إلا بالصحيح كما صرح به السيوطي فى ديباجة جمع الجوامع''

اس حدیث کو ابن الجارود نے منتقیٰ میں بیان کیا ہے، پس یہ اُن کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ وہ اس (کتاب) میں صرف صحیح (حدیث) ہی لاتے ہیں جیسا کہ سیوطی نے جمع الجوامع کے دیباچے میں صراحت کی ہے۔ (بوادر النوادر ص ۱۳۵، ترجمہ از ناقل)

۱۱) حاکم نے اپنی مشہور کتاب **المستدرك على الصحيحين** میں عبدالعزیز بن محمد کی روایت کو ''**صحيح الإسناد**'' کہا۔

دیکھئے المستدرک (ج ۱ ص ۲۰۵ ح ۷۳۸، نیز دیکھئے ۱/۲۱۹ ح ۷۹۸)

۱۲) امام حسین بن مسعود البغوی نے عبدالعزیز بن محمد کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں کہا: ''**هذا حديث صحيح**'' یہ حدیث صحیح ہے۔ (شرح السنۃ ۱/۵۲ ح ۲۴)

۱۳) الضیاء المقدسی نے عبدالعزیز بن محمد کی روایت کو المختارہ میں ذکر کیا۔
دیکھئے الاحادیث المختارۃ (ج ۴ ص ۲۷۳ ح ۱۴۶۸)

۱۴) امام ابو حفص عمر بن احمد بن شاہین الواعظ رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) نے عبدالعزیز بن محمد کو کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ دیکھئے ص ۱۶۲، فقرہ: ۹۳۴۔۹۳۵

۱۵) حافظ ابن حبان نے عبدالعزیز الدراوردی کو کتاب الثقات میں ذکر کیا اور کہا:
''وکان یخطيء'' اور وہ غلطی کرتے تھے۔ (ج ۷ ص ۱۱۶)

خود حافظ ابن حبان نے صحیح ابن حبان میں عبدالعزیز بن محمد مذکور سے بہت سی روایتیں بیان کی ہیں۔ مثلاً دیکھئے صحیح ابن حبان (۱۵۲، ۱۷۴، ۲۲۰... اور فہرست صحیح ابن حبان ج ۱۸ ص ۱۷۱)

فہرست کے مطابق ۹۳ روایات ہیں، جن سے ثابت ہوا کہ یہاں ابن حبان کے نزدیک ''یخطيء'' سے مراد عبدالعزیز کا ضعیف ہونا نہیں ہے، ورنہ وہ ان کی بہت سی روایتوں کو صحیح قرار نہ دیتے۔

حافظ ابن حبان نے عبدالعزیز مذکور کو کتاب ''مشاہیر علماء الامصار'' میں ذکر کیا اور کہا:
وہ اہلِ مدینہ کے فقہاء اور سادات (سرداروں) میں سے تھے۔ (ص ۱۴۲ ت ۱۱۲۰)

۱۶) ابو نعیم الاصبہانی نے المستخرج علیٰ صحیح مسلم میں عبدالعزیز بن محمد الدراوردی سے روایت بیان کی۔ دیکھئے ج ۱ ص ۱۵۸ ح ۲۴۰

۱۷) بیہقی نے عبدالعزیز الدراوردی کی ایک موقوف روایت کے بارے میں کہا:
''ھذا ھو الصحیح موقوف'' یہ موقوف روایت صحیح ہے۔ (السنن الکبریٰ ۷/۴۶۲)

۱۸) حافظ ذہبی نے کئی مقامات پر تلخیص المستدرک میں عبدالعزیز رحمہ اللہ کی روایات کو صحیح کہا۔ مثلاً دیکھئے یہی مضمون فقرہ نمبر ۱۱

اور کہا: ''الإمام العالم المحدّث'' (سیر اعلام النبلاء ۸/۳۶۶)

حافظ ذہبی نے مزید فرمایا: ''حدیثه في دواوین الإسلام الستة لکن البخاري روی له مقرونًا بشیخ آخر و بکل حال فحدیثه و حدیث ابن أبي حازم لا ینحط

عن مرتبة الحسن ''اُن کی حدیث اسلام کی چھ (اہم) کتابوں میں ہے لیکن بخاری نے دوسرے راوی کو ملا کر ان سے روایت لی اور ہر حال میں اُن کی اور ابن ابی حازم کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گرتی۔ (النبلاء ۳٦۸/۸)

۱۹) ابن عبدالبر نے عبدالعزیز بن محمد الدراوردی کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں کہا: ''**وهذا حديث مدني صحيح** ''اور یہ حدیث مدنی (اور) صحیح ہے۔

(التمہید ج ۲۴ص ۳۳۴)

۲۰) امام شعبہ نے عبدالعزیز الدراوردی سے روایت بیان کی۔

دیکھئے تہذیب الکمال (طبع مؤسسۃ الرسالہ ج ۴ص ۵۲۸)

امام شعبہ (عام طور پر) اپنے نزدیک ثقہ سے روایت کرتے تھے۔

دیکھئے مقدمۃ تہذیب التہذیب (ج ۱ص ۵) اور قواعد فی علوم الحدیث لظفر احمد التھانوی الدیوبندی (اعلاء السنن ج ۱۹ص ۲۱۷)

شعبہ سے دراوردی پر کوئی جرح ثابت نہیں لہٰذا تحقیقِ مذکور سے ثابت ہوا کہ اُن کے نزدیک دراوردی ثقہ (یا صدوق) تھے۔

۲۱) امام عبدالرحمٰن بن مہدی نے عبدالعزیز بن محمد سے روایت بیان کی۔

دیکھئے تہذیب الکمال (۵۲۸/۴)

عبدالرحمٰن بن مہدی (عام طور پر) اپنے نزدیک صرف ثقہ سے ہی روایت بیان کرتے تھے۔ دیکھئے تدریب الراوی (ج ۱ص ۳۱۷) اور اعلاء السنن (ج ۱۹ص ۲۱٦)

یہاں عبدالعزیز مذکور پر عبدالرحمٰن بن مہدی کی جرح نہ ہونے کی صورت میں روایت کرنا اُن کی طرف سے توثیق ہے۔

۲۲) حافظ نور الدین الہیثمی نے عبدالعزیز بن محمد الدراوردی کی سند والی روایت کے بارے میں کہا: ''**و رجاله ثقات** ''اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج٦ ص ٦۸)

۲۳) حافظ ابن الملقن نے عبدالعزیز بن محمد کی ایک روایت کے بارے کہا:

''و إسناده علٰی شرط الصحیح ، عبدالعزیز من رجال الصحیحین ... ''
اوراس کی سند صحیح کی شرط پر ہے،عبدالعزیز صحیحین کے راویوں میں سے ہیں...

(البدرالمنیر ج۸ص۲۸۰)

۲۴) حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا:'' صدوق '' وہ سچے راوی ہیں۔

(فتح الباری ج۳ص۴۹۵تحت ح۱۶۳۸۔۱۶۴۰)

اورکہا: '' صدوق ، کان یحدث من کتب غیرہ فیخطئ ، قال النسائي : حدیثه عن عبیداللّٰہ العمري منکر '' سچے راوی ہیں، وہ دوسروں کی کتابوں سے حدیث بیان کرتے تو غلطی کرتے تھے، اُن کی عبیداللہ (بن عمر) العمری سے حدیث منکر ہے۔ (تقریب التہذیب:۴۱۱۹)

تحریر تقریب التہذیب والوں نے لکھا ہے:'' بل : ثقة .. '' إلخ بلکہ وہ ثقہ ہیں..

(ج۲ص۳۷۱)

انھوں نے جرح کو عبیداللہ العمری کی روایت سے مخصوص کرکے کہا:
'' و باقي حدیثه صحیح ''اوراس کی باقی حدیثیں صحیح ہیں۔ (ایضاً ص۳۷۲)
خود حافظ ابن حجر نے عبدالعزیز بن محمد کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں فرمایا:
'' ھذا حدیث صحیح '' یہ حدیث صحیح ہے۔ (نتائج الافکار ج۳ص۲۱۰)

۲۵) امام یعقوب بن سفیان الفارسی رحمہ اللہ نے عبدالعزیز الدراوردی کی بیان کردہ ایک حدیث کو'' وھذا إسناد جید '' اور یہ سند اچھی ہے، کہا اور فرمایا:
'' عبدالعزیز عند أھل المدینة إمام ثقة ''
اہلِ مدینہ کے نزدیک عبدالعزیز امام ثقہ ہیں۔ (کتاب المعرفۃ والتاریخ ج۱ص۳۴۹)

۲۶) علامہ نووی نے عبدالعزیز بن محمد کی ایک روایت کو'' بإسناد جید '' کہا۔
دیکھئے خلاصۃ الاحکام (ج۱ص۳۰۴ح۶۶۲، دوسرا نسخہ ج۱ص۳۰۴ح۱۲۸۴)

۲۷) حافظ المنذری نے عبدالعزیز الدراوردی کی ایک حدیث (سنن الدارقطنی ۱/۳۴۴

ح ۱۲۸۸) کے بارے میں کہا: ''أخرجه الدارقطني في سننه بإسناد حسن''
اسے دارقطنی نے سنن میں حسن سند سے روایت کیا ہے۔

(مختصر سنن ابی داود للمنذری ج ۱ ص ۳۹۹ ح ۸۰۴)

فائدہ: روایت کی تصحیح صاحبِ تصحیح کے نزدیک راویوں کی توثیق ہوتی ہے۔
دیکھئے نصب الرایہ (ج ۱ ص ۱۴۹، ج ۳ ص ۲۶۴) بیان الوہم والایہام لابن القطان الفاسی (ج ۵ ص ۳۹۵ ح ۲۵۶۲) تعجیل المنفعہ (ص ۲۲۸ ترجمۃ عبداللہ بن عبید الدیلی، ص ۲۴۸ ترجمہ عبدالرحمٰن بن خالد بن جبل العدوانی) اور تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۳۰۹-۳۱۰، دوسرا نسخہ ج ۵ ص ۲۷۲، ترجمۃ عبداللہ بن عتبہ بن ابی سفیان)

۲۸) حافظ ابن کثیر نے عبدالعزیز کی ایک روایت کو ''**بسند صحیح**'' اور ''**و هذا إسناد علی شرط مسلم**'' کہا۔
دیکھئے تفسیر ابن کثیر (بتحقیق عبدالرزاق المہدی ۲/ ۲۸۳ تحت ۲۰۲۲، سورۃ النساء آیت: ۴۳)

۲۹) عبدالحق اشبیلی نے اپنی کتاب ''الاحکام الوسطیٰ'' میں عبدالعزیز کی روایت ذکر کی (ج ۱ ص ۳۹۹) اور جرح نہیں کی جو اُن کی طرف سے تصحیح ہے۔

محمد ناصر الدین الالبانی نے کہا کہ اسے عبدالحق نے ''الاحکام الکبریٰ'' (۱/ ۵۴) میں صحیح کہا ہے۔ دیکھئے اصل صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ (ج ۲ ص ۷۲۰)

۳۰) امام دارقطنی نے عبدالعزیز بن محمد (الدراوردی) کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں ''**صحیح**'' کہا۔ (سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۱۴۴ ح ۵۱۰)

ان کے علاوہ توثیق و تعریف کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً:

۱: سیوطی

(دیکھئے الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۵۰ حدیث مصنف سعید بن منصور، قال: بسند في غاية الصحة)

۲: زرقانی (شرح المواہب ۷/ ۳۲۰ بحوالہ اصل صفۃ صلاۃ النبی ﷺ ج ۲ ص ۷۲۰)

۳: ابن العماد الحنبلی (شذرات الذہب ۱/ ۳۱۶ وقال: ''وكان فقيهاً صاحب حديث'')

۴: امام ابوبکر الحمیدی (دیکھئے المعرفۃ والتاریخ ج۱ص ۴۲۸)

☆ بوصیری (زوائد سنن ابن ماجہ ص۲۵۶ح ۵۹۸، حدیث ابن ماجہ: ۱۷۶۵)

امام عبدالعزیز الدراوردی کی توثیق کرنے والے علماء کے نام علی الترتیب مع حوالہ نمبر درج ذیل ہیں:

ابن الجارود (۱۰) ابن حبان (۱۵) ابن حجر (۲۴) ابن خزیمہ (۹) ابن شاہین (۱۴) ابن عبدالبر (۱۹) ابن کثیر (۲۸) ابن الملقن (۲۳) ابوعوانہ (۸) ابونعیم الاصبہانی (۱۶) بخاری (۵) بغوی (۱۲) بیہقی (۱۷) ترمذی (۷) حاکم (۱۱) دارقطنی (۳۰) ذہبی (۱۸) شعبہ (۲۰) الضیاء المقدسی (۱۳) عبدالحق الاشبیلی (۲۹) عبدالرحمٰن بن مہدی (۲۱) عجلی (۲) علی بن المدینی (۴) مالک (۳) مسلم (۶) منذری (۲۷) نووی (۲۶) ہیثمی (۲۲) یحییٰ بن معین (۱) یعقوب بن سفیان الفارسی (۲۵)

امام عبدالعزیز بن محمد الدراوردی کی توثیق کے بعد (بعض الناس کی تحقیق وتحریف کے مطابق) جرح کرنے والے علماء کے حوالے درج ذیل ہیں:

۱: حافظ ذہبی نے کہا کہ ابوحاتم الرازی نے کہا: ''**لا یحتج بہ**'' اس کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جاتی۔ (میزان الاعتدال ۶۳۴/۲، دوسرا نسخہ ۳۷۱/۴)

یہ حوالہ مجھے باسند صحیح امام ابوحاتم سے نہیں ملا، جبکہ کتاب الجرح والتعدیل میں لکھا ہوا ہے کہ ابوحاتم نے فرمایا: ''**محدّث**'' یعنی وہ محدّث ہیں۔ (ج۵ص۳۹۶)

ظہور احمد نامی ایک دیوبندی نے اس حوالے کے لئے ''الجرح التعدیل ( )'' کا ذکر کیا ہے مگر جلد اور صفحے کا کوئی حوالہ نہیں دیا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ دیکھئے رکعات تراویح ایک جائزہ (ص۲۵۰)

۲: امام ساجی نے فرمایا: ''**كان من أهل الصدق والأمانة إلا أنه كثير الوهم**'' وہ سچائی اور امانت والوں میں سے تھے لیکن وہ کثیر الوہم (بہت غلطیاں کرنے والے) تھے۔ (تہذیب التہذیب ۳۱۶/۶)

یہ حوالہ بے سند ہے اور ہوسکتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اسے ساجی کی کتاب الضعفاء سے نقل کیا ہو۔ واللہ اعلم

۳: امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ''**کتابه أصح من حفظه ... عامة أحاديث الدراوردي عن عبيد اللّٰه أحاديث عبداللّٰه العمري مقلوبة ... عنده عن عبيد اللّٰه مناكير**'' اس کی کتاب اُس کے حافظے سے زیادہ صحیح ہے...دراوردی کی عبیداللہ سے عام روایتیں عبداللہ العمری کی ہیں جو مقلوب ہو (کر اُلٹ) گئی ہیں...اس کے پاس عبیداللہ سے منکر روایتیں ہیں۔

(سوالات ابی داود طبع مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورہ ص ۲۲۱، ۲۲۲، فقرہ: ۱۹۸)

اس قول میں جرح کا تعلق دراوردی کی عبیداللہ العمری سے روایت سے ہے۔

تنبیہ: عبداللہ العمری (المکبر) ضعیف راوی تھے لیکن خاص نافع سے اُن کی روایت حسن ہوتی ہے اور دراوردی کی عبیداللہ العمری سے روایات بھی تحقیقِ راجح میں حسن ہیں۔

حافظ ذہبی نے کہا: احمد بن حنبل نے کہا: جب وہ حافظے سے حدیث بیان کرے اُسے وہم ہوتا ہے، وہ کوئی چیز نہیں ہے، اور اگر کتاب سے روایت کرے تو اچھا ہے...اور جب حافظے سے روایت کرے تو باطل روایات نقل کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۶۳۳۔۶۳۴)

یہ حوالہ بے سند ہونے کی وجہ سے بھی غیر ثابت اور مردود ہے۔

۴: امام ابوزرعۃ الرازی نے کہا: ''**سيئ الحفظ فربما حدّث من حفظه الشيئ فيخطئ**'' وہ سیئ الحفظ (خراب حافظے والا) ہے پھر بعض اوقات وہ حافظے سے کوئی چیز بیان کرتا تو اُسے غلطی لگ جاتی تھی۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۵/۳۹۶)

☆ ظہور احمد دیوبندی نامی ایک شخص نے امام عبدالعزیز بن محمد کے بارے میں کہا:

''امام احمد بن زبیرؒ فرماتے ہیں: لیس بشیئ کہ یہ کچھ نہیں ہے۔''

(رکعاتِ تراویح ایک تحقیقی جائزہ ص ۲۵۰)

عرض ہے کہ یہ بے سند اور بے حوالہ بات ثابت نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور

احمد بن زبیر کون ہے؟ اس کا بھی کوئی اتا پتا نہیں ہے۔

۵: امام نسائی نے کہا: ''**ليس بالقوي**'' اور کہا:

''**ليس به بأس و حديثه عن عبيد الله بن عمر منكر**''

وہ القوی نہیں ... اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں اور عبید اللہ بن عمر سے اس کی حدیث منکر ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ٦ ص ٣٥٤ دوسرا نسخہ ج ٦ ص ٣١٦، تہذیب الکمال ج ٤ ص ٥٢٩)

یہ قول باسند صحیح متصل نہیں ملا اور دوسرے یہ کہ اسی قول میں ''**ليس به بأس**'' کے ذریعے سے عبدالعزیز بن محمد کی توثیق موجود ہے لہٰذا یہ جرح تین وجہ سے مردود ہے:

اول: صاحبِ جرح سے جرح کے ثبوت میں نظر ہے۔

دوم: اس کا تعلق صرف اُن روایات سے ہے جو دراوردی نے عبید اللہ بن عمر سے بیان کی ہیں۔

سوم: یہ جرح جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

تنبیہ: امام نسائی کی کتاب الضعفاء (٣٩٠ تا ٣٩٤) میں عبدالعزیز بن محمد کا نام ونشان نہیں ملا۔ واللہ اعلم

٦: حافظ ابن حجر وغیرہ نے کہا کہ محمد بن سعد نے کہا: ''**وكان ثقة كثير الحديث يغلط**'' اور وہ ثقہ تھے، کثیر الحدیث تھے، انھیں غلطی لگتی تھی۔

(مثلاً دیکھئے تہذیب التہذیب ٦/ ٣٥٤)

اس عبارت کا ترجمہ ظہور احمد نے تحریف کرتے ہوئے درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے:

''یہ ویسے تو ثقہ اور کثیر الحدیث ہے لیکن روایت حدیث میں غلطیاں کرتا ہے۔''

(رکعاتِ تراویح ایک تحقیقی جائزہ ص ٢٥٠)

اس ترجمے میں ''ویسے تو'' کے الفاظ من گھڑت اور تحریف ہیں۔

☆ ظہور احمد دیوبندی نے کہا: ''امام ابن حبانؒ کتاب الثقات میں اس کو خطا کار بتلاتے ہیں۔'' (رکعاتِ تراویح ایک تحقیقی جائزہ ص ٢٥٠)

عرض ہے کہ یہ ایسی جرح نہیں کہ عبدالعزیز کی تمام روایات کو ضعیف قرار دے کر رد کر دیا جائے بلکہ حافظ ابن حبان نے عبدالعزیز بن محمد کی نوے (۹۰) سے زائد روایات کو صحیح قرار دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ اُن کے نزدیک صحیح الحدیث ہیں۔

دیکھئے توثیقِ محدثین کا حوالہ نمبر ۱۵

☆ ظہور احمد دیوبندی نے کہا: ''امام سعد بن سعیدؒ فرماتے ہیں: فیہ لین۔ یہ روایت حدیث میں کمزور ہے۔'' (رکعاتِ تراویح ایک تحقیقی جائزہ ص ۲۵۰ بحوالہ میزان الاعتدال ۶۳۴/۲)

عرض ہے کہ میزان کے مذکورہ حوالے میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے:

''**عبدالعزیز بن محمد عن سعد بن سعید - وفیه لین عن أبیه عن عائشة - مرفوعًا: کسر عظم المیت ککسره حیًّا**'' عبدالعزیز بن محمد عن (از) سعد بن سعید - اور اس میں کمزوری ہے - از اپنے والد (صحیح از عمرہ ہے) از عائشہ - مرفوع ہے: میت کی ہڈی توڑنا اس طرح ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔ (میزان الاعتدال ۶۳۴/۲)

اس روایت میں جو سعد بن سعید ہیں وہ عبدالعزیز الدراوردی کے استاذ تھے اور حافظ ذہبی نے اُن کے بارے میں ''**وفیه لین**'' [اور ان میں کمزوری ہے] کہا ہے، نہ کہ سعد بن سعید نے عبدالعزیز پر جرح کی ہے۔

اس ایک حوالے سے ہی صاف ثابت ہو گیا کہ ظہور احمد مذکور عربی زبان سے پکا جاہل ہے، جو ایک عام عبارت کا صحیح ترجمہ بھی نہیں کر سکتا۔ عرض ہے کہ اس جہالت کے باوجود اسے کس ڈاکٹر نے کہا ہے کہ کتابیں لکھنا شروع کر دو۔!؟

تنبیہ: روایتِ مذکورہ سنن ابن ماجہ (۱۶۱۶) میں بھی موجود ہے اور سعد بن سعید بن قیس الانصاری (مذکور) قولِ راجح میں جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق تھے۔

دیکھئے میری کتاب: علمی مقالات (ج ۲ ص ۳۲۴)

بلکہ خود حافظ ذہبی نے لکھا ہے: ''**أحد الثقات**'' وہ ثقہ راویوں میں سے ایک تھے۔ (النبلاء ۴۸۲/۵)

لہٰذا ان پر جرح مردود ہے اور ابن ماجہ کی حدیث بلحاظِ سند حسن لذاتہ ہے۔

دیکھئے میری کتاب: تسہیل الحاجہ فی تخریج وتحقیق سنن ابن ماجہ (قلمی ص ۱۱۲)

قارئینِ کرام! تیس (۳۰) سے زیادہ علماء کی توثیق کے مقابلے میں ظہور احمد دیوبندی نے کل دس اقوالِ جرح (توڑ مروڑ کر) پیش کئے، جن میں سے تین ثابت ہی نہیں ہیں لہٰذا باقی بچے: سات۔ ان سات تجریحی اقوال کے بل بوتے پر ظہور احمد نے لکھا ہے:

''عبدالعزیز دراوردی کو جمہور محدثین نے ثقہ اور صدوق نہیں کہا، صرف چند محدثین نے اس کی توثیق کی ہے اس کے بالمقابل اکثر ائمہ حدیث نے باقرار غیر مقلدین اس پر سخت اور مفسر جرح کی ہے، جیسا کہ بحوالہ گزر چکا ہے۔...'' (رکعاتِ تراویح ایک تحقیقی جائزہ ص ۲۵۴)

سبحان اللہ! تیس کے مقابلے میں دس اور پھر بھی جمہور محدثین نے اسے ثقہ وصدوق نہیں کہا؟!

آلِ دیوبند کو چاہئے کہ اپنے اس ظہور کو علم الحساب (ریاضی) پڑھائیں تا کہ وہ دس اور تیس کا فرق سمجھ سکے ورنہ.... اس طرح بے عزتی ''خراب'' ہوتی رہے گی۔

خلاصۃ التحقیق: عبدالعزیز بن محمد الدراوردی رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق تھے لہٰذا ان کی بیان کردہ حدیث صحیح یا حسن لذاتہ ہے اور اُن پر جرح مردود ہے۔

یاد رہے کہ عبیداللہ العمری سے اُن کی روایت بھی حسن ہے، جیسا کہ اقوالِ جرح نمبر ۳ کے تحت گزر چکا ہے۔

جمہور کی توثیق کے بعد ہر قسم کی جرح مردود ہوتی ہے، چاہے لوگ اُسے جرح مفسر کہتے پھریں اور سیئ الحفظ، کثیر الغلط اور تخطئ کثیراً وغیرہ الفاظ کے ساتھ پیش کرتے رہیں۔

آلِ دیوبند کے ''امام'' سرفراز خان صفدر کڑمنگی دیوبندی نے کہا:

''بایں ہمہ ہم نے توثیق وتضعیف میں جمہور آئمہ جرح وتعدیل اور اکثر آئمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔'' (احسن الکلام ج ۱ ص ۴۰، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۶۱)

عرض ہے کہ یہاں بھی جمہور کا دامن نہ چھوڑیں۔ وما علینا إلا البلاغ (۹/ نومبر ۲۰۰۹ء)

حرام وناجائز طریقے سے کمائی کی ممانعت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ﴾ اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال کو باطل طریقے سے نہ کھاؤ اِلا یہ کہ تمھاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے۔ (النساء:۲۹)

فقہ القرآن: ☆ ہر وہ طریقہ باطل ہے جس کی ممانعت قرآن یا صحیح احادیث سے ثابت ہو جائے۔ ☆ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا مال حرام ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم:۲۵۶۴)

☆ رشوت اور سُود حرام ہیں اگرچہ اس میں بظاہر رضامندی ہے مگر دراصل یہ رضامندی اضطراری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے بیع (خرید و فروخت) کو حلال اور سُود کو حرام قرار دیا ہے۔ (البقرہ:۲۷۵)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیچنے اور خریدنے والوں کو جب تک وہ جدا نہ ہوں (معاملہ برقرار رکھنے یا توڑنے کا) اختیار رہتا ہے۔ (صحیح بخاری:۲۱۰۸)

☆ دوسرے مسلمان بھائیوں کا حق غصب کرنا صریح ظلم ہے اور اس فعل کا مرتکب اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنے کا موجب بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے (کسی کی) ایک بالشت زمین ظلم کرتے ہوئے غصب کی تو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔ (صحیح بخاری:۳۱۹۸، صحیح مسلم:۴۱۳۴)

☆ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہے بشرطیکہ بندہ اپنے رب کے حضور پورے خشوع و خضوع، عاجزی و انکساری کے ساتھ توبہ کرے اور آئندہ گناہوں سے دُور رہنے کا پختہ عہد کرے۔

ابو معاذ

ابن عقیل اور تقلید

ابن الجوزی کے استاذ اور (یونانی) علم الکلام کے ماہر ابوالوفاء علی بن عقیل بن محمد بن عقیل البغدادی الحنبلی (متوفی ۵۱۳ھ) نے کہا: '' **ما دخلت البدع علی الأدیان إلا من طریق سلکه عوامّ الأدیان ، فهلکوا. // والواجب علی من خبره أن یعدل عن سلوکه ، لیسلم مما وقع فیه من اغترّ به فسلکه . وذلك الطریق هو تعظیم الرجال و ترك الأدلة ، وهو التقلید. فأوّل من سلکه الشیطان .** ''

مذاہب میں بدعات صرف اُسی راستے سے آئیں، جن پر اُس مذہب کے عوام چلے۔ پھر وہ ہلاک ہوگئے۔ جس کو اس کی خبر ہے، اُس پر یہ واجب ہے کہ وہ اس راستے سے ہٹ کر چلے تاکہ وہ اس دھوکے سے بچ جائے جس میں اس راستے پر چلنے والے مبتلا ہوئے۔ یہ وہ راستہ ہے جس میں لوگوں کی تعظیم (ہوتی) ہے اور دلیلوں کو ترک کر دیا جاتا ہے اور یہی تقلید ہے۔ پس اس راستے پر سب سے پہلے چلنے والا شیطان ہے۔

(کتاب الفنون، القسم الثانی ص ۶۰۲ فصل: ۵۶۰)

اس سے معلوم ہوا کہ ابن عقیل حنبلی ہونے کے باوجود کسی تقلید کے قائل و فاعل نہیں تھے لہٰذا کسی عالم کے ساتھ حنبلی، شافعی، حنفی یا مالکی کے لاحقے وسابقے ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ آلِ تقلید میں سے (یعنی مقلد) تھا۔!

ابن عقیل نے کتاب الفنون میں کہا: '' **الأصلح لاعتقاد العوام ظواهر الآي، لأنهم یأنسون بالإثبات ، فمتی محونا ذلك من قلوبهم زالت الحشمة .** ''

عوام کے لئے بہتر ہے کہ آیات کے ظاہر پر عقیدہ رکھیں، کیونکہ وہ اثبات سے مانوس ہوتے ہیں، پس جب ہم اُن کے دلوں سے اسے ختم کریں گے تو (اللہ کا) خوف (اُن کے دلوں سے) ختم ہو جائے گا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۴۴۸، وللذہبی علیہ تبصرۃ جیدۃ)